{بیاد گار}
ضیغم رضویت پیر طریقت مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد طفیل احمد رضوی نوری کٹیہاری
رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم جہانگیریہ منظر اسلام بچباری چانچل مالدہ بنگال)
سالنامہ یادگار مناظر اہلسنت (آباد پور کٹیہار) (بموقع عرس رضوی نوری علیمی ۲۰۲۲ء)
علمی، فکری، اصلاحی، مضامین، اور حیات و شخصیات کا مجموعہ
مقالات طفیلیہ
مصنف
محمد توصیف رضا قادری علیمی
زیرنگرانی
اسیر تاج الشریعہ غلام جیلانی رضوی کٹیہاری
زیراہتمام
اعلحضرت مشن کٹیہار
ناشر
الغزالی اکیڈمی، کٹیہار

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب: مقالات طفیلیہ
مصنف: محمد توصیف رضا قادری علیمی
تکمیل آرزو: برادر اکبر غلام جیلانی رضوی کٹیہاری
زیر اہتمام: اعلیحضرت مشن آباد پور کٹیہار
ناشر: الغزالی اکیڈمی آباد پور کٹیہار
حروف ساز: مولانا سفیان نجمی مجتبیٰ
بموقع: محرم الحرام
صفحات: -----
سن طباعت: ١٤٤٤ھ بمطابق ٢٠٢٢

ملنے کے پتے

(١) الغزالی اکیڈمی (ٹیلیگرام) آباد پور کٹیہار
(٢) مدرسہ دار العلوم جہانگیریہ منظر اسلام بچباری مالدہ
(٣) الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملکپور دلکولہ
(٤) مدرسہ دار العلوم غریب نواز چپاکھور

فہرست مضامین

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اس مردِ حق کی طرف منسوب کرتا ہوں جنہوں نے اپنی پوری زندگی دین وسنیت کی خدمت انجام دی، جنکی تربیت و رہنمائی سے ایک علماء کی جماعت تیار ہوئی، مسلسل ۳۲ سال سے زائد تدریسی خدمات انجام دیتے رہے نیز آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مناظرہ ومباحثہ ،وعظ وخطابت ،رشد وہدایت میں گزری۔

میری مراد والد ماجد مناظر اہلسنت ضیغم رضویت استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد طفیل احمد رضوی نوری کٹیہاری، کی ذات بابرکات ہے۔ جنکے صدقے مجھے جامہ وجود ملا جنکی دعائے صبح گاہی سے اور نالہ شبی سے یہ قلمی رشحات وجود میں آئیں۔

اور ولد عزیز ہونے کی حیثیت سے (آپ اکثر میرے حق میں فرماتے کہ حدیث شریف میں فرمایا ”ولد صالح یدعولہ“ کے پیشِ نظر) راقم دعا گو ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے والد گرامی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطافرمائے، آپکے درجات بلند فرمائے، اور مرقد انور پر رحمت ونور کی بارشیں نازل فرمائے۔

نیز والدہ ماجدہ مخدومہ مشفقہ ستارہ بیگم کے نام جنکی ذات رب کی نعمت ہے، جنکی رضا سرمایہ آخرت ہے، جنکی دعاؤں کی برکت نے مجھے تحریر نویسی کا سلیقہ بخشا، رب قدیر ان کا سایہ شفقت مجھ پر دراز فرمائے۔ آمین

ادنی نیازمند
محمد توصیف رضا قادری علیمی عفی عنہ

نذر عقیدت

ہم اپنی اس کوشش کو مادر علمی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے بانی سفیر اسلام مبلغ اعظم عالم علامہ الشاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے نام نذر کرتے ہیں جن کے تبلیغ سعی بلیغ سے کم وبیش ستر ہزار سے زائد غیر مسلم دامن اسلام سے وابستہ ہوئے،اور جنکے روحانی فیوض و برکات سے ناچیز اس لائق ہوا۔

اور مادر علم و ہنر (دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی) کے جملہ اساتذہ کرام خصوصا تاج الفقہاء محقق عصر حضرت العلام مفتی محمد اختر حسین علیمی دامت برکاتہم الاقدس کے اسمائے گرامی سے نذر کرنا سعادت سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے ملت اسلامیہ کی علمی فکری تہذیبی سرگرمیوں میں نمایاں خدمات ادا کیا اور جن کے علمی فیض سے ناچیز دنیائے تحریر میں قدم رکھا۔اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکتیں عطافرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

قدم بوس

محمد توصیف رضا قادری علیمی غفرلہ القوی

پیش لفظ

یہ میری ابتدائی تحریروں کا مجموعہ اسم بہ مسمی مقالات طفیلیہ جسمیں، قرآن وحدیث اقوال صحابہ وتابعین، وعلمائے دین کی روشنی میں مختلف موضوعات پر سیر حاصل باختصار اصلاحی پہلو پر گفتگو کی کوشش کی گئی ہے، اور چند مقتدر شخصیات کی سوانحی خاکہ پر بھی کلام کیا گیا ہے دعا ہے کہ خالق کائنات میری اس چھوٹی سی کاوش کو قبول فرمائے، اور رسالہ ھذا سے عوام وخواص سب کیلئے یکساں مفید ہوں، اور حقیر کو بھی اس پر عمل کی توفیق بخشے، اور میرے لئے اسے آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین)

اس موقع پر میں اپنے برادر اکبر ادیب عصر اسیر تاج الشریعہ غلام جیلانی رضوی کٹیہاری (حفظہ اللہ) کا بے حد مشکور رہوں کہ جنہوں نے اتنی مصروفیات کے باوجود اس مجموعہ مقالات پر اپنی گرانقدر ''کلمات خیر'' لکھ کر کتاب کو رونق بخشا، اور میری حوصلہ افزائی فرمائی، رب ذوالجلال آپکو عمر خضر عطاء فرمائے، اور آپکی دینی جذبات کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے، مزید خدمت دین کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

نوٹ: جتنے بھی اس مجموعہ میں مضامین ہیں، معتبر ویب سائٹس میں اپلوڈ ہو چکے ہیں، آپ گوگول پر سرچ کر سکتے ہیں جیسا کہ (۱) ہماری آواز: مشہور ومعروف ویبسائٹ ہے اس میں سرچ کیجئے (۲) الرضا نیٹورک پٹنہ: معتبر ومستند ویب سایٹ مانا جاتا ہے اسمیں اکثر مضامین شائع ہو چکا ہے (۳) صدائے اسلام ممبئی: ایک بہترین ویب سائٹ (اسکے بانی حضرت مولانا مظہر حسین علیمی جو ماہنامہ سنی دعوت اسلامی کے چیف ایڈیٹر بھی ہیں) اس میں بھی شائع ہو چکے ہیں (۴) اسی طرح حجۃ الاسلام ڈاٹ کام (۵) اردو دنیا ڈاٹ نیٹ (۶) افکار رضا کشن گنج بہار (۷) آپکا قلم ڈاٹ کام (۸) نیز سنی حنفی دینی مسائل ڈاٹ کام اور دیگر معتبر سائٹس میں یہ سارے مضامین شائع ہو چکا ہے۔

ضروری گزارش: قارئین وناظرین سے التماس ہے کہ اس رسالے میں اگر کہیں خامی نظر آئے تو برائے

کرم ہدف ملامت نہ بنائے بلکہ ناچیز کو مطلع کریں ان شاء اللہ اگلی ایڈیشن میں شائع کر دیا جائے گا۔

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی کٹیہاری غفرلہ القوی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیٰحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔ یوپی 26/ اگست/ 2022)

کلمات خیر

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ میرے برادر اصغر مولانا محمد توصیف رضا قادری علیمی کا یہ مجموعہ مسمی بہ مقالات طفیلیہ جو مختلف موضوعات پر مشتمل فکری اصلاحی، سیاسی وسماجی نیز سوانحی گوشے کو نفیس انداز میں اجاگر کیا ہے۔

بغایت عجلت کہیں کہیں سے دیکھا جن میں جہیز کا وبال، محبتِ وطن، عہدِ حاضر اور القابات، موجودہ سیاست، جشن آزادی اور بالخصوص مختصر سوانح حیات مناظر اہل سنت مفتی طفیل احمد رضوی قدس سرہ العزیز (جو میری خواہش تھی) موصوف نے پورا کر دیا مولا کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے مناظر اہل سنت کا سچا جانشین بنائے اور اُن کے علم اور زورِ قلم میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

از: غلام جیلانی رضوی کٹیہاری

تاریخ:25 / اگست/ 2022

باب اول حالات حاضرہ

جہیز کا وبال اور شرعی احکام (قسط اوّل)

رسم جہیز ہمارے سماج کے لیے کسی زخم ناسور سے کم نہیں، آج جہیز کے نام پر ملت کی بے گناہ بیٹیوں کو جس طرح ہراساں کیا جا رہا ہے، وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے۔ روزانہ صبح صبح آپ جب اخبار کی ورق گردانی کیجیے تو جلی حرفوں میں دل دہلانے دینے والی سرخیاں زینت نگاہ بنتی ہے کہ فلاں جگہ کم جہیز لانے کے جرم میں بدن پر تیل ڈال کر آگ لگا دیا گیا تو فلاں مقام پر گلا گھونٹ کر قتل کر دیا گیا اور فلاں جگہ جہیزی بھیڑیوں کی ایذا رسانی سے تنگ آ کر عورت نے خود ہی موت کو گلے لگا لیا وغیرہ وغیرہ۔ آئے دن ایسے رونگٹے کھڑے کر دینے والے حادثات رونما ہو رہے ہیں اور دختران ملت کی نسل کشی کا یہ سلسلہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔

آج کے ترقی یافتہ انسان جہیز جیسی لعنت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اپنے ارمانوں کا خون کر رہا ہے۔ انہیں یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ آنے والی بچی کی شادی میں جہیز کے نام پر دولت کا ایک بڑا حصہ ہاتھ سے چلا جائے گا" نام نہاد ترقی یافتہ سماج کو یہ کڑوا سچ گلے سے نیچے اتار لینا چاہیے کہ وہ آج بھی عورتوں کی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنے میں ناکام اور غیر سنجیدہ ہے۔

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ شادی جو ایک پاکیزہ رسم ہے، جس کا مقصد دو اجنبی خاندانوں کے درمیان الفت و محبت کے رشتے استوار کرنا اور مہذب طریقے سے ایک اجتماعی زندگی کا آغاز کرنا ہے اور حدیث میں جسے بابرکت کہا گیا ہے رسم جہیز نے اس بابرکت کو خانہ بربادی اور آپسی نفرت وعداوت میں تبدیل کر دیا ہے ایک شخص اپنے لاڈلی کو ایک اجنبی کے حوالے یہ سوچ کر یہ کہ دونوں مل کر زندگی کی ایک نئی صبح کا آغاز کریں گے مگر چند سکوں کے بدلے اس کے ارمانوں پر پانی پھیر دینا انسانیت کا کون سا تقاضا ہے؟

آپ اگر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ رسم جہیز نے ہمارے سماج میں تباہی و بربادی کے جو دروازے کھولے ہیں ان میں سے ایک کثرت طلاق بھی ہے اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، یقین جانیے!! آج

جہیز کی لالچ میں طلاق دے کر اصولِ اسلام کا کھلا مذاق بھی اڑایا جارہا ہے۔جو انتہائی افسوس ناک ہے۔

اسلام نے کسی ناگزیر حالت میں مرد کو جو طلاق کا اختیار دیا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ جب چاہے اپنے ناجائز مطالبات منوانے کے لیے اس کا استعمال کرے (معاذ اللہ) طلاق اگرچہ اسلام ہی کا بنایا ہوا قانون ہے مگر پھر بھی وہ اس کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے چنانچہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ اَلطَّلَاقُ

حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

(السنن، ابوداؤد،2:370، رقم الحدیث:2178)

اسی طرح مہر کی زیادتی پہلے سے ہی مصیبتوں کی مار جھیل رہا سماج اب رسم جہیز کی وجہ سے کثرت مہر کی پریشانیوں سے بھی دوچار ہوتا جارہا ہے۔اس لیے کہ جب لڑکے والے جہیز کی خاطر اپنی حمیت وغیرت کا سودا کرنے پر بضد ہوجاتے ہیں تو پھر نکاح کے وقت لڑکی والے کی جانب سے مہر میں ایک خطیر رقم کی فرمائش ہوتی ہے۔لڑکے والے چوں کہ جہیز کے لیے منہ کھول کر انکار کے مواقع گنوا چکے ہوتے ہیں لہٰذا انہیں مجبوراً قبول کرنا پڑتا ہے، جو لڑکے کی حیثیت سے کئی گنا زیادہ اور اس کا ادا کرنا لڑکے کے بس سے باہر کی بات ہوتی ہے۔حالاں کہ نکاح میں اس طرح مہر کی مقدار متعین کرنا جس کا ادا کرنا دولہے کی طاقت سے سوا ہو مناسب نہیں ہے لہٰذا لڑکے کی حیثیت سے زیادہ مہر کی تعداد مقرر کرنا درست نہیں ہوسکتا۔

نیز رسم جہیز کی وجہ سے جنسی بے راہ روی بڑھتی جارہی ہے، اس ترقی پذیر سماج میں رونما ہونے والے جنسی سیلاب میں جہاں مغربی تہذیب کا اہم رول ہے وہیں رسم جہیز کا بھی بہت بڑا دخل ہے اس حقیقت کو بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ رواج معاشرہ میں جنسی بے راہ روی کو فروغ دے کر سماج کی شفاف فضا کس طرح مکدر کررہا ہے، ہر خاص وعام پر روشن ہے۔

ہمارے سماج کے کچھ غریب افراد شادی کی تیاری اور جہیز کے سامان اکٹھا کرنے کی فکر میں اس

قدر محو ہو جاتے ہیں کہ انہیں اس کا خیال بھی نہیں رہتا کہ ان کی بیٹی حد بلوغ کا آنگن بہت پہلے پھلانگ چکی ہے اوراس کے عہد شباب کا بیشتر اور قیمتی حصہ لاپرواہی اور بے حسی کی نذر ہو رہا ہے۔ پھر جب ان کی جنسی خواہشات سر ابھارتی ہے تو ان بعض پاکیزگی لٹا کر اپنے دامن عفت کو داغدار کر لیتی ہے۔

اوران میں بعض وہ ہوتی ہیں جو اپنے نفس پر قابو پا کر دامن صبر کو تو مضبوطی سے تھامے رہتی ہے۔ مگر اپنے والدین کو ذہنی وجسمانی کوفت میں مبتلا دیکھ کر خود کو اس کا قصوروار ٹھہرا لیتی اور اپنے وجود کو والدین کی فکری پریشانی کا سبب سمجھ کر اس بے رحم جہیزی سماج کو الوداع کہہ جاتی ہے۔

یوں ہی عورتوں کی حق وراثت سے محرومی سماج میں جہیز کی عام چلن نے لڑکیوں کو اپنے حق وراثت سے بھی محروم کر دیا ہے، باپ کے ترکہ سے بیٹی کو حصہ نہ دینے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے اوراس کے بھائی، بہن کی شادی میں ہوئے اخراجات ہی کو اس کا بدل سمجھ کر باپ کے ترکہ میں حصہ دینے سے گریز کرتے ہیں جب کہ شریعت کی رو سے یہ قطعاً درست نہیں،اس لیے کہ باپ کے ترکہ میں بیٹی کا حق نص قطعی سے ثابت ہے۔

الحاصل یہ کہ آج ہمارے معاشرے میں جہیز کی وجہ سے جن مصیبتوں میں گرفتار ہوتی جارہی ہے وہ مختلف النوع ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی ضرر رساں پہلوؤں پر محیط ہے۔ جن کو ہم ان خانوں میں بانٹ سکتے ہیں: (۱) خانہ تباہی (۲) مہر کی زیادتی (۳) کثرت طلاق (۴) شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی (۵) جنسی بے راہ روی (۶) لڑکیوں کی کالا بازاری (۷) عورتوں کی حق وراثت سے محرومی۔

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانیٔ الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۲۹/ جون/ ۲۰۲۲)

جہیز کا وبال اور شرعی احکام (قسط دوم)

سب سے بری اور گھناؤنی بات یہ کہ یہ ہندوانہ رسم ہے جو شرعی لحاظ سے ناجائز و حرام، نیز جہیز کی دو قسمیں ہیں:

(1): والدین اپنی بیٹی کو کچھ ساز و سامان یا نقد روپیہ پیسہ وغیرہ خود اپنی رضا سے (بلا مطالبہ) دے تو وہ شرعاً جائز ہے بلکہ بہتر ہے لیکن اسے سنت نبوی نہ کہا جائے جیسا کہ آج کل کچھ لوگ اپنی ناموری کے لیے اپنی بیٹی کو بہت زیادہ جہیز دیتے ہیں یہ جان کر کہ یہ سنت نبوی ہے (العیاذ باللہ) یہ سراسر جہالت ہے۔

فتاویٰ مرکز تربیت افتاء میں ایک جگہ مرقوم ہے: اسے سنت نبوی قرار دینا جہالت ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو کچھ دیا تھا وہ مہر کی رقم سے خریدا گیا جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح سے پہلے ہی ادا کر دیا تھا۔

(ملخصاً فتاویٰ مرکز تربیت افتاء باب الجھاز ج 1 ص 567)

(2): لڑکے والے لڑکی والوں سے حسب خواہش نقد روپیہ اور ساز و سامان کی فرمائش کرتے ہیں اور لڑکی والوں کو خواہی نخواہی مجبوراً اسے پورا کرنا پڑتا ہے ایسے جہیز اسلام میں سخت ناجائز و گناہ ہے بلکہ حرام ہے خواہ اس کی مقدار متعین کی گئی ہو یا نہیں، شادی سے پہلے ہو یا شادی کے بعد، اس لیے کہ یہ رشوت کے مترادف ہے۔

حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد قادری امجدی رحمۃ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں: لڑکا یا اس کے گھر والوں کا شادی کرنے کے لئے نقد روپیہ یا سامان جہیز مانگنا یا موٹر سائیکل وغیرہ کا مطالبہ کرنا حرام و ناجائز ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے (ملخصاً) نیز فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے بچیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ (فتاوی فیض الرسول: ج 2، ص 683 ص 684 ملخصاً)

جہیز عورت کی ملکیت ہے:

نوجوانان ملت آج کل جہیز کے سامان کو اپنا سمجھ کر بیوی کی اجازت کے بغیر صرف کر رہے ہیں وہ جان لیں کہ وہ نرے جہالت میں بھٹک رہے ہیں اسی لیے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہے بہار شریعت میں ہے: عورت کو ماں باپ کے یہاں سے جو جہیز ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہے۔

(جلد اوّل، ب: حصّہ 5، 930، مسئلہ 36، ملخصاً)

اور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام جہیز لے لے گی، اور اگر عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا شوہر اس میں سے اپنے لئے کچھ بھی مختص نہیں کر سکتا۔

(فتاوی رضویہ، ج12، ص201، ملخصاً)

مہر شوہر پر واجب ہے:

آج کل بعض ناسمجھ اور نافہم لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مہر چاہے جتنا ہو ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں آخر وہ میری شریک حیات جو ٹھہری ان کا یہ خام خیال باطل محض ہے اسی لیے کہ مہر عورت کا ایسا حق ہے جس کو ادا کرنا شوہر پر واجب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (سورۃ النساء: ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ‘‘۔ (سورۃ البقرہ: ۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔

اور حدیثِ پاک میں ہے:

من اخذ شبرا من الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین

یعنی جس نے بالشت بھر زمین ظلماً لی (غصب کی) بروزِ قیامت اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

(مشکوۃ المصابیح صفحہ 254 مطبوعہ کراچی)

یعنی اگر کوئی مرد مہر ادا نہیں کرتا اور بیوی اس کو معاف بھی نہیں کرتی تو قیامت کے دن وہ (مرد) مال کو غصب کرنے کے جرم میں گرفتار ہوگا۔

ذرا غور فرمائیں!! یہ انصاف کا کون سا پیمانہ ہے کہ جہیز جو نہ آپ کا حق ہے اور نہ ہی آپ کی ملکیت، اس کا مطالبہ کرنا اور اس کو من چاہے انداز میں خرچ کرنا آپ کے لیے درست اور مہر جو کہ عورت کا جبری حق بھی ہے اور اس کی ملکیت بھی۔ لیکن اس کا اپنے اس جبری حق کا سوال بھی آپ کے نزدیک کسی گناہ عظیم سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

بہن یا بیٹی کی وراثت نص قطعی؛

جہیز دے کر کوئی یہ سمجھے کہ اُن کی بیٹی یا بہن وراثت سے محروم ہوگئی جہالت ہے بلکہ میراث میں اُنہیں شرعی حصہ سے محروم رکھنا اور بھائیوں کا سارے مال پر قبضہ کر لینا شدید حرام، کبیرہ گناہ اور قرآن کا مخالف ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یوصیکم الله فی اولاد کم للذ کر مثل حظ الانثیین (سورۃ النساء، 11)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے وارث کو میراث دینے سے بھاگے، اللہ

قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔

(سنن ابن ماجہ،کتاب الوصایا،ص194،مطبوعہ کراچی)

نیز اس حوالے سے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ الباری تحریر فرماتے ہیں :لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرامِ قطعی ہے۔

(فتاوی رضویہ،ج26،ص314،ملخصاً)

خودکشی حرام ہے؛

جولڑکی جہیز کی وجہ سے اپنے ماں باپ کی عزت بچانے کیلئے خودکشی کرنے پر مجبور ہے یا اُن کو مجبور کیا جارہاہے ہر صورت میں یہ فعل مطلقاً حرام،گناہ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا○(سورۃ النساء،آیت30،29)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ عزوجل تم پر مہربان ہے اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا،تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ عزوجل کو آسان ہے۔

اور بہارشریعت میں ایک جگہ مرقوم ہے: اگر اس کو مجبور کیا گیا کہ تو اپنا عضو کاٹ ڈال ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا تو اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہے اور اگر اس پر مجبور کیا گیا کہ تو خودکشی کرلے ورنہ میں تجھے مارڈالوں گا اس کو خودکشی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(جلدسوم:حصہ15،ص193)

لڑکیوں کی نسل کشی روکا جائے؛ جولوگ جہیز کی ڈر سے شکم مادر میں دخترانِ ملت کی قتل کر رہے ہیں وہ انسانیت کا سب سے بڑا دشمن اور ملعون اعظم ہے قرآن حکیم میں صاف ارشاد ہے:

ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نزرقهم و ایاکم ان قتلهم کان خطاء کبیرا (بنی اسرائیل 31)

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔

ایک مقام پر اور ارشاد فرمایا:

ولا تقتلوا اولاد کم من املاق نحن نزرقکم وایاهم (الانعام 151)

ترجمہ: اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

اور اس آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: یعنی تم اور تمہاری اولاد ہمارے بندے ہیں ان کا رزق ہمارے ذمہ کرم پر ہے تم کیوں انہیں قتل کرتے ہو۔؟ (نور العرفان)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی تعلیمات پر چلنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے بالخصوص اس رسم جہیز سے ہمیں نفرت عطا فرمائے نیز جو لوگ بہ بانگِ دہل جہیز کا (ناجائز) مطالبہ کرتے ہیں اُنہیں ہدایت نصیب فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین واشرف الاولین وآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانیٔ الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دار العلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۰۹/ جولائی/ ۲۰۲۲)

علماء کرام کی توہین اور شرعی احکام

ایک لمحہ فکر آج لوگوں نے کس جرأت کے ساتھ علماء کی توہین اور ان پر بے جا تنقید کرنے کو اپنا شیوہ بنالیا ہے جب کہ انہیں خود اپنے اعمال و کردار کی فکر نہیں۔

آج کا المیہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی عالم سے محبت کرتے ہیں اس محبت میں اتنا غلو کرجاتے ہیں کہ دوسرے عالم دین کی برائی، بغض و عداوت کرنے لگ جاتے ہیں، انکی شان میں توہین و تنقیص اور بکواس شروع کر دیتے ہیں۔

نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ علماء؛ خود ہی اپنی وقار کو مجروح کیا ہے، طلبہ یا عوام کے درمیان دوسرے عالم دین کی برائی کرنا اپنا شیوہ بنالیا ہے، سنی سنائی باتوں پر غلط فہمی پھیلانا مشغلہ بنالیا ہے۔

ایک دوسرے پر کیچرا اچھال کر اپنی ہی عزت کو پامال کیا ہے، ذاتی اختلافات کو ڈھال بنا کر معاشرے کی فضا کو بگاڑ دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج عوام سے خواص تک یہ بیماری ہے کہ علمائے کرام سے بے زار ہو رہے ہیں، اُن سے بدظن ہو رہے ہیں اور اُن کی توہین کر رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ پاک طینت افراد جنہوں نے جہد مسلسل اور عمل پیہم کے ذریعہ دین کی حفاظت کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے، دین اسلام پر وارد ہونے والے ہر اعتراض کا قرآن و حدیث کی روشنی میں دفاع کرتا ہے بلکہ ہر طرح کی قربانی پیش کر کے دین وسنت کی حفاظت و اشاعت میں مشغول رہتا ہے۔

اور احادیث میں جنہیں زمین کے چراغ اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث قرار دیا ہے، اُن کی شان میں گستاخی کرنا؟؟ یقیناً بڑا جرم ہے۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص علماء کی توہین کرتا ہے یا انہیں تکلیف دیتا ہے اس پر کفر یا سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"اِلاسْتِهْزَاءُ بِالْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ" (الاشباہ والنظائر ، باب الردۃ ۱۶۰)
علم اور علماء کی توہین کفر ہے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ طبقات کبری میں لکھتے ہیں کہ امام ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ جو مشائخ صوفیہ میں ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی سے نامانوس ہو جاتا ہے تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر (عادی) ہو جاتا ہے۔ (طبقات کبری)

نیز مجدّد اعظم اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:
علمائے دین کی توہین کرنا سخت حرام، سخت گناہ، اشد کبیرہ، عالم دین سُنّی صحیح العقیدہ کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور حق بات بتائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔ اس کی تحقیر (توہین) مَعَاذَ اللہ محمدّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے اور محمدّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں گستاخی مُوجبِ لعنتِ الٰہی و عذابِ الیم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج23، ص649)

اور ایک جگہ عالم کی توہین کی تین صورتیں اور ان کے بارے میں شرعی حکم بیان فرماتے ہیں: (۱) اگر عالم (دین) کو اس لئے بُرا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے (۲) اور بوجہِ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دُنیوی خُصومت (دُشمنی) کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا (ہے اور) تحقیر کرتا ہے تو سخت فاجر ہے (۳) اور اگر بے سبب (بلاوجہ) رنج (بغض) رکھتا ہے تو مَرِيْضُ الْقَلْب وَخَبِيْثُ الْبَاطِن (دل کا مریض اور ناپاک باطن والا ہے) اور اس (خواہ مخواہ بغض رکھنے والے) کے کفر کا اندیشہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج21، ص129 ملخصاً)

یہاں عوام کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ کوئی کسی عالم دین پر اعتراضات یا بکواسات کر رہا ہو تو وہ جان لیں کہ اگر علمِ دین کی توھین کی نیت سے کچھ کہا تو کافر ہو جائے گا معاذ اللہ اور اس سے تجدید ایمان، تجدید نکاح، تجدید بیعت لازم، اور اگر علمِ دین کی توھین مقصود نہیں یعنی مقصد دنیاوی خصومت ہو اور اُن سے اختلافات کی بنا

پر برا کہتا ہو تحقیر کرتا ہو تو وہ سخت فاجر ہے اور اگر بلا وجہ بُغض رکھتا ہے تو ایمان کی خیر منائے کہ فقہاء کرام نے لکھا کہ صحیح العقیدہ عالم دین سے بُغض رکھنے والے کا کفر پر خاتمے کا اندیشہ ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

(1) صرف سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی توہین کُفر ہے چاہے توہین کرنے والا عالم ہو یا جاہل: سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: عالم دین کو بُرا کہنا اگر اُس کے عالم دین ہونے کے سبب ہے تو کُفر ہے اور عورت نکاح سے باہر، خواہ بُرا کہنے والا خود عالم ہو یا جاہل اور عالم سُنّیُ العقیدہ کی تَوہین جاہل کو جائز نہیں اگر چہ اُس کے عمل کیسے ہی ہوں اور بدمذہب وگمراہ اگر چہ عالم کہلاتا ہو اُسے بُرا کہا جائے گا مگر اُسی قدَر جتنے کا وہ مستَحَق ہے اور فُحش کلمہ (یعنی گندی گالی) سے ہمیشہ اِجتناب (بچنا) چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج21،ص294)

(2) عوام کو عُلَما سے بدظن کرنا سخت گناہ ہے:

جیسا کہ آج کل یہ رواج چل پڑی ہے جس کسی مجلس میں بیٹھیں گے جب تک کسی عالم کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نہ نکالیں گے انہیں چین وسکون میسر نہیں آتا اس پر حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں: افسوس کہ اِس زمانہ میں جبکہ گمراہی شائع ہو رہی ہے اور بدمذہبی زور پر ہے زید جو ایک سُنّی عالم ہے جیسا کہ سُوال میں ظاہر کیا گیا ہے، تَعَجُّب ہے کہ اُس کے رُفَقاءِ کار خود عُلَمائے اہلسنّت کو سَبّ وتَخفیف (یعنی گالی اور بیہودہ) الفاظ سے یاد کر کے عُلَماء کے اِعزاز وَقار کو مِٹائیں اور زَید خاموش رہے بلکہ اپنے طرزِ عمل سے اِس پر رِضامندی ظاہر کرے، اگر واقِعی وہ سُنّی عالم ہے تو اس کا یا اس کے رُفَقاء کا یہ فِعل بِنا برحَسَد ہو گا، عوام کو علماء سے بدظن کرنا سخت گناہ ہے کہ جب بدظن ہونگے (تو) اُن (یعنی علما) سے بیزار ہونگے اور ہلاکت میں پڑیں گے۔

(فتاویٰ امجدیہ: ج4،ص515)

اللہ تعالیٰ ہمیں علمائے کرام کی بے ادبی سے محفوظ فرمائے، اُن کی عزت و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے نیز جو علماء برسرِ عام دوسرے عالم دین کی تحقیر کرتے ہیں اُن کے دل میں محبت عطا فرمائے اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیٰحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی یوپی، شائع کردہ: ۰۴/ جون/ ۲۰۲۲)

قُربانی اور ہماری شرعی ذمے داریاں

قُربانی سنت ابراہیمی ادا کرنے کا نام ہے جو خالص اللہ کی خوشنودی اور اُسکی رضا کے لئے اہل ایمان اس سنت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

نیز سنت ابراہیمی یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم ہوتا ہے تو وہ بغیر کسی پس وپیش کے یہ قربانی پیش کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے بیٹے کے حلقوم پر جب چھری چلاتے ہیں تو اس کی جگہ مینڈھا ذبح ہو جاتا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام زندہ سلامت ہوتا ہے۔

غور کیجئے! اتنے عظیم نازک جان گسل کام کے لئے محض ایک خواب کا سہارا لیا گیا۔ اس میں کمال اظہار بندگی اطاعت وتابعداری تسلیم ورضا عشق حقیقی اور فنائیت کا امتحان تھا اور یہ خلیل الرحمٰن ہی کا دل تھا کہ جس نے ایک اشارہ پاتے ہی اپنی زندگی کے بیش قیمت سرمایہ کو قربان کرنے کے لئے دل وجان سے تیار ہو گئے نیز فیضان نِظر سے تربیت یافتہ بیٹا بھی فی الفور سر تسلیم خم کر دیا۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عمل کو رہتی دنیا تک کے لیے جاری فرما دیا:

"قد كان لكم اسوة حسنة فی ابراهيم والذين معه"

تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں بہترین نمونہ ہے۔(الممتحنہ:4)

اللہ رب العزت کا کرم اور نوازشات دیکھیے، اس عمل کو ہمارے لئے کس قدر آسان بنا دیا کہ اس کی جگہ جانور کو قربان کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی عمل اللہ کو پسند نہیں۔

قربانی ہی ایک ایسا عمل ہے جو پورا کا پورا جیتی جاگتی تصویر کی شکل میں پیش کیا گیا، کوئی بھی چیز

پردے کے پیچھے نہیں چھوڑی۔غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ساری عبادات کی روح اور اس کا فلسفہ قربانی ہے۔

ہماری ذمے داریاں؛

(1) یہ چیز یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل چیز تقویٰ ہے اور تقویٰ کی روح سے کی گئی قربانی خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور اس ظاہری قربانی میں دل میں تقویٰ رکھنے والے کا یہ اظہار ہے اور ہونا چاہیے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوں اور جس طرح یہ جانور جو انسانوں کے مقابلے میں بہت معمولی چیز ہیں لہذا قربانی کا جانور مکمل طور پر عیب سے پاک اور خالی ہو۔

(2) جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں، اور ایک جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے، چھری پہلے سے تیز کرلی جائے ایسا نہ ہو کہ اسے زمین پر گرا کر اس کے سامنے تیز کی جائے، گائے وغیرہ کو گرانے سے پہلے ہی قبلہ رخ کا تعین کرلیا جائے، جس جگہ جانور کو لٹانا یا گرانا ہے اسے صاف کرلیا جائے کہ وہاں کنکر روڑے وغیرہ نہ ہوں، الغرض جانور کو ہر طرح کی اذیت وتکلیف سے بچایا جائے۔

چنانچہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم ذبح کرو تو احسن طریقہ سے ذبح کرو، تم میں سے کسی شخص کو چاہیے کہ وہ چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

(صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح)

(3) قربانی کا گوشت چونکہ خود بھی کھا سکتے ہیں، اور غنی وفقیر کو بھی کھلا سکتے ہیں لہذا گوشت کے تین حصہ کرلیا جائے کہ یہ مستحب ہے، ایک حصہ غرباء کے لئے ایک رشتہ داروں اور دوست احباب کے لئے، اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے۔

نیز کل صدقہ کرنا بھی جائز اور کل (گوشت) گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے، اگر کنبہ بڑا ہو اور صاحب وسعت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں ہی کے لئے رکھ چھوڑے۔

(بہار شریعت حصہ 15 بحوالہ فتاوی ہندیہ کتاب الاضحیہ باب خامس)

(4) قربانی کی کھال مدارس کو دیں، حاجت مند بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کو کھال یا اس سے حاصل شدہ رقم کو تقسیم کر دیں نیز قربانی کرنے والا کھال کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لا سکتے ہیں مثلاً اسکی جانماز، چھلنی (آٹا چھاننے کا آلہ) تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان، ڈول، یا کتابوں کی جلد بندی میں لگا سکتے ہیں۔

اور اگر کسی نے کھال اپنے خرچ میں لانے کے لئے بیچی تو حاصل شدہ دام خبیث ہیں لہذا یہ رقم مسجد یا مسجد کے کسی کام میں نہ لگائی جائے بلکہ فقیر مسلمان پر صدقہ کر دی جائے۔ (مذکورہ مسائل فتاویٰ رضویہ کی جلد 20 سے اخذ کئے گئے ہیں)

تنبیہ: قربانی کا گوشت غیر مسلم کو ہرگز نہ دی جائے؛ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے (ملخصاً) نیز فرماتے ہیں: لہذا انہیں (گوشت) دینا خلافِ مستحب ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر کافر کو دینا حماقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد 20، ص 456، 457)

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہمیں شریعت مطہرہ پر چلنے کی توفیق بخشے نیز ہمیں غیر شرعی چیزوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین) اخیر میں آپ قارئین کو عید الاضحی کی پرخلوص مبارک۔

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانیٔ الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانیک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۱۰/ جولائی/ ۲۰۲۲)

محبتِ وطن ایک جائزہ: احادیث کی روشنی میں

وطن سے محبت کے بغیر کوئی قوم آزادانہ طور پر عزت و وقار کی زندگی گزار نہیں سکتی، اپنے وطن کو دشمن قوتوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ جس قوم کے دل میں وطن کی محبت نہیں پھر اُس کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے اور وہ قوم اور ملک پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

نیز وطن سے محبت ہر گز خلافِ اِسلام نہیں اور نہ ہی یہ ملتِ واحدہ کے تصور کے منافی ہے، کیونکہ ملتِ واحدہ کا تصور سرحدوں کا پابند نہیں ہے بلکہ یہ اَفکار و خیالات کی یک جہتی اور اِتحاد کا تقاضا کرتا ہے۔

اس حوالے سے قرآن حکیم کی سب سے معروف اور مستند لغت یعنی المفردات کے مصنف امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب 'محاضرات الأدباء (652:2)' میں لکھا ہے:

لَوْلَا حُبُّ الْوَطَنِ لَخَرَبَتْ بِلَادُ السُّوْءِ. وَقِيْلَ: بِحُبِّ الْأَوْطَانِ عِمَارَةُ الْبُلْدَانِ

اگر وطن کی محبت نہ ہوتی تو پسماندہ ممالک تباہ و برباد ہو جاتے (کہ لوگ انہیں چھوڑ کر دیگر اچھے ممالک میں جا بستے، اور نتیجتاً وہ ممالک ویرانیوں کی تصویر بن جاتے)۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ اپنے وطنوں کی محبت سے ہی ملک و قوم کی تعمیر و ترقی ہوتی ہے۔

اسی طرح حدیث، تفسیر، سیرت اور تاریخ کی تقریباً ہر کتاب میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزولِ وحی کی تفصیلات سن کر تین باتیں عرض کیں: (۱) آپ کی تکذیب کی جائے گی یعنی آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی (۲) آپ کو اذیت دی جائے گی (۳) اور آپ کو اپنے وطن سے نکال دیا جائے گا۔

اس پر امام سہیلی (حُبُّ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَطَنَهُ) : رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی اپنے وطن کے لیے محبت) کے تحت لکھتے ہیں: تیسری بات جب اس نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے وطن سے نکال دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فورا فرمایا: أَوَ مُخْرِجِيَّ ؟ کیا وہ مجھے میرے وطن سے نکال دیں گے؟ یہ بیان کرنے کے بعد امام سہیلی لکھتے ہیں:

فَفِيْ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى حُبِّ الْوَطَنِ وَشِدَّةِ مُفَارَقَتِهِ عَلَى النَّفْسِ

اِس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے وطن سے شدید محبت پر دلیل ہے اور یہ کہ اپنے وطن سے جدائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتنی شاق تھی۔

(الروض الأنف للسهيلي، 1: 413-414، طرح التثريب في شرح التقريب للعراقي، 4: 185)

ہجرت کے وقت وطن سے اظہار محبت:

اور یہی وجہ ہے کہ ہجرت کرتے وقت رسول اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو مخاطب کرتے ہوئے (صراحتاً اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ سے محبت کا اظہار فرمایا) فرماتے ہیں: تھا:

مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُوْنِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ

(سنن الترمذی، 5: 723، رقم: 3926)

یعنی تُو کتنا پاکیزہ شہر ہے اور مجھے کتنا محبوب ہے! اگر میری قوم تجھ سے نکلنے پر مجھے مجبور نہ کرتی تو میں تیرے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا۔

وطن میں داخل ہونے کے لئے تیز سوار:

نیز (جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنایا) سفر سے واپسی پر اپنے وطن میں داخل ہونے کے لئے سواری کو تیز فرمایا کرتے، گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وطن کی محبت میں اتنے سرشار ہوتے کہ اس میں داخل ہونے کے لیے جلدی فرماتے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلٰى جُدُرَاتِ

الْمَدِيْنَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهٖ، وَإِنْ كَانَ عَلٰى دَابَّةٍ، حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا (صحیح البخاری، 2: 666، رقم: 1787)

یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی کی رفتار تیز کر دیتے، اور اگر دوسرے جانور پر سوار ہوتے تو مدینہ منورہ کی محبت میں اُسے ایڑی مار کر تیز بھگاتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَفِي الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلٰى فَضْلِ الْمَدِينَةِ، وَعَلٰى مَشْرُوعِيَةِ حُبِّ الْوَطَنِ وَالْحَنِيْنِ إِلَيْهِ

(فتح الباری، 3: 621)

یہ حدیث مبارک مدینہ منورہ کی فضیلت، وطن سے محبت کی مشروعیت و جواز اور اس کے لیے مشتاق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

وطن کی مٹی سے محبت:

اسی طرح وطن سے محبت کا ایک اور سنت نبوی ثابت ہوتی ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا

(صحیح البخاري، 5: 2168، رقم: 5413)

کہ اللہ کے نام سے شروع، ہماری زمین (وطن) کی مٹی ہم میں سے بعض کے لعاب سے ہمارے بیمار کو، ہمارے رب کے حکم سے شفا دیتی ہے۔ یعنی وطن کی مٹی بزرگوں کے لعاب اور رب تعالیٰ کے حکم سے بیماروں کو شفا دیتی ہے۔

ایک ضروری ازالہ:

اس حوالے سے ایک اِشکال کا اِزالہ بھی اَز حد ضروری ہے وہ یہ کہ (حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔) یہ حدیثِ نبوی نہیں ہے بلکہ من گھڑت روایت ہے۔ملا علی القاری نے 'المصنوع (ص:91،رقم:106)' میں لکھا ہے کہ حفاظِ حدیث کے ہاں اِس قول کی کوئی اَصل نہیں ہے۔

نیز فتاویٰ رضویہ میں مرقوم ہے:امام بدرالدین زرکشی نے اپنے جزاور امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرالمنتشر ہ میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا:لم اقف علیہ میں اس سے آگاہ نہیں ہوسکا۔امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمان ہند کے کلام میں بتائی کمایظھر بالرجوع الیہ جیسا کہ اس کی طرف رجوع سے ظاہر ہے۔

(ج 15،ص 297،رضافاؤنڈیشن لاہور)

بہر حال!وطن سے محبت ایمان کی نفی نہیں کرتی (یعنی اپنے وطن کے ساتھ محبت رکھنے سے بندہ دائرۂ ایمان سے خارج نہیں ہوجاتا)۔

الحاصل:ہمیں اپنے وطن عزیز (ہندوستان) سے ٹوٹ کر محبت کرنی چاہیے اور اس کی تعمیر وترقی میں اپنا بھر پور کردار ادا کرنا چاہیے وطن سے محبت صرف جذبات اور نعروں کی حد تک نہیں بلکہ ہمارے گفتار وکردار سے اس کی جھلک نظر آنی چاہیے۔

نیز ہمیں ایسے عناصر کی بھی شناخت اور سرکوبی کے اقدامات کرنے چاہییں جو وطن عزیز (ہندوستان) کی بدنامی اور زوال کا باعث بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے وطن (ہندوستان) کو تاقیامت سلامتی بخشے آمین۔بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ازقلم:محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن،آبادپور تھانہ(پرمانک ٹولہ)ضلع کٹیہار بہار،الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی،بستی۔یوپی،شائع کردہ:۱۷/جولائی/۲۰۲۲)

موجودہ خانقاہی نظام: ایک رپورٹ اور اصلاح

دین اِسلام کی ترویج و اشاعت کا کارنامہ بیشتر مما لک میں صوفیائے کرام ہی کی تبلیغی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔انہی کی مساعی جمیلہ سے ہر سُو اِسلام پھیلتا چلا گیا۔یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اولیاء اللہ اور اربابِ طریقت کی والہانہ عقیدت ومحبت اور اکرام واحترام کا جذبہ بغائت درجہ موج زن ہے۔

نیز خانقاہ میں مرشد کامل کی صحبت میں رہ کر حاصل کردہ تعلیم وتربیت عام انسان کو درویش بنا دیتی ہے۔خانقاہی نظام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے قائم ہے جیسا کہ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم تمام دنیا سے کٹ کر صفہ کے چبوترے پر رہتے اور صبح شام اپنے مرشد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے۔

اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں مدارس میں دین کے ظاہری و باطنی دونوں پہلوؤں کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔پھر آہستہ آہستہ یہ سلسلہ معدوم ہوتا دکھائی دیا تو اولیا اللہ نے خانقاہوں کے ذریعے باطنی علوم عوام الناس میں بانٹنے کا بیڑہ اُٹھایا۔

چنانچہ برصغیر پاک وہند کی تہذیبی،سماجی،معاشرتی،سیاسی،معاشی اور اخلاقی اقدار پر گہرے اثرات مرتب کئے نیز یہ خانقاہی نظام ایک عرصہ تک اپنی انہی معیاری بنیادوں پر اُستوار رہا جن پر اِسے قائم کیا گیا تھا لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ تعلیم وتربیت کا یہ معیاری نظام رُو بہ تنزل ہوتا چلا گیا۔

کیوں کہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کوئی ادارہ اور نظام کتنا ہی مثالی کیوں نہ ہو بتمام وکمال عروج پر قائم نہیں رہ سکتا زمانہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اُسے کچل کر رکھ دیتا ہے۔یہی حال خانقاہی نظام کے ساتھ بھی ہوا۔

آہستہ آہستہ مسلمانوں کی دین سے دوری کی وجہ سے غیر مسلم اقوام نے ان خانقاہوں پر قبضہ کر کے

مسلمانوں کے دین کو صرف ظاہر پرستی تک محدود کر دیا اور فرقہ واریت کو فروغ دیا۔ دوسری طرف دین سے دوری اور دنیا کی بڑھتی ہوئی طلب کو دیکھتے ہوئے اولیا اللہ نے بھی خود کو چھپالیا۔

نیز نوجوان طبقہ میں انتشار ان تعلیمی اداروں نے ڈالا جو روحانیت جیسے اہم شعبے سے خالی تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ انگریزوں نے مسلمانوں کے صدیوں سے قائم خانقاہی نظام کو تباہ کرنے کے لیے خانقاہ کی سربراہی کو وراثت کے قانون کے تحت ولی اللہ کے وصال کے بعد اس کے اصل روحانی وارث کسی اہل و کامل کی بجائے اس کے ظاہری فرزند کے حوالے کر دیا خواہ وہ اس کا اہل ہو یا نہ۔

اسی طرح اگر کوئی ولی اللہ اپنی زندگی میں ہی اپنے روحانی وارث کو اپنے مزار کا سجادہ نشین بنا دیتا ہے تو وراثت کے قانون کے مطابق عدالت اس کا حق نہیں دیتی اور مزار اور خانقاہ ولی کے فرزندوں کے حوالے کر دیتی ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ سجادہ نشین یا گدی نشین بننے والا بیٹا ولی کا روحانی وارث بھی ہو۔ یہ تو ان کی خوش قسمتی ہوتی ہے کہ وہ کسی ولی کامل کے گھر پیدا ہوتے ہیں۔

آج کل کے سجادہ نشین اور گدی نشین کا تو یہ حال ہے کہ وہ گدی کے حصول کے لیے قتل و غارت سے بھی گریز نہیں کرتے کیونکہ ان کی نظر مزار سے آنے والی کمائی پر ہوتی ہے۔ اور اگر وہ سیاست میں قدم رکھیں تو مریدین کی صورت میں بھاری مقدار میں ووٹ بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔

نیز سجادہ نشینوں کی وجہ سے لوگ اصل اولیا سے بھی دور ہو گئے ہیں کیونکہ وہ سجادہ نشین کو اس کی ظاہری حیثیت کی وجہ سے ولی سمجھ بیٹھے ہیں اور جب اس کو تمام روحانی اوصاف اور قوتوں سے عاری پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اس دور میں کوئی ولیٔ کامل ہے ہی نہیں۔

دوسری یہ کہ روحانیت کو کاروبار کا درجہ دینے کا اہم سبب وہ جاہل مرید ہیں جو پیر صاحب کے ہر عمل پر ایمان اور ہر حرکت کو ولی اللہ کی ادا سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) اور یہ بات تصور کر لی گئی ہے کہ جس طرح کارخانے دار کا بیٹا اس کے کارخانے کا، اور جاگیر دار کا بیٹا اس کی جاگیر کا وارث ہے بالکل اسی طرح پیر صاحب کا بیٹا پیر ہی ہوگا۔

اس حوالے سے ایک مولانا نے ایک پیر صاحب سے پوچھا کہ حضور آپ کا بزنس کیا ہے؟ تو چونک کر اُن کی جانب حیرت سے دیکھنے لگے تو پھر مولانا نے صفائی پیش کرتے ہوئے عرض کیا حضرت یہ نئی گاڑی، گاڑی کا خرچہ، ڈرائیور، گن مین یہ قیمتی زرق برق لباس وغیرہ خرچے کیسے پورے ہوتے ہیں؟ تو پیر صاحب کہنے لگے "بس جی اللہ کا کرم ہے۔

اور ایک دوسرے مولانا جو اُن کے ساتھ تھے انہوں نے تو یہ تک پوچھ لیا کہ اللہ کا ایسا کرم کسی اور پر کیوں نہیں؟؟ پیر صاحب تو نہیں بولے مگر پاس بیٹھے ان کے مریدوں نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے تکنے لگائے۔

کیوں کہ بعض مرید اپنی گدی کے اسی پیر سے زیادہ تعلقات بنا کے رکھتے ہیں جس سے وقتاً فوقتاً کچھ مفادات حاصل کئے جاسکیں اور پیر صاحب کی نگاہِ لطف بھی صاحبِ ثروت مریدوں پر عام مریدوں سے تھوڑی سی زیادہ ہوتی ہے۔

بہرصورت! آج پیری مریدی ایک خالصتاً نفع بخش کاروبار اور بہترین ذریعہ روزگار ہے۔ اس میں خسارے کا سودا بالکل نہیں، کوئی بھی شخص پیر بن کے بیٹھ جائے اس کی کوٹھی بنگلے، گاڑی، گھر بچوں اور نوکر چاکر کا خرچہ بغیر کسی محنت کے بیٹھے بٹھائے چلتا رہتا ہے۔

حُضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں: آج کل بہت سے لوگوں نے پیری مریدی کو پیشہ بنالیا ہے، سالانہ مریدوں میں دورہ کرتے ہیں اور مریدوں سے طرح طرح سے رقمیں کھسوٹتے ہیں جس کو نذرانہ وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں اور ان میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو جھوٹ اور فریب سے بھی کام لیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔

(بہارِ شریعت: حصہ 16، ص610، نئی ایڈیشن دعوتِ اسلامی)

تنبیہ: لہذا تنقیح وتصریح اور تجدید واحیاء کی مؤثر آواز بلند ہوتی رہنی چاہیے تاکہ اِس نظام کو مثبت انداز کی

تعمیری تنقید کے ذریعے خرافات سے پاک کیا جاتا رہے۔ نیز چند ایک خرابیوں اور خلافِ سنت اُمور کو آڑ بنا کر پورے نظام کو فاسد اور باطل بنا دینا قطعی درست نہیں کہ یہ مسلمہ امر ہے کہ اِن خلافِ شرع اُمور کو کبھی بھی مسلمہ اربابِ طریقت کی تائید اور تحسین حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ بہارِ شریعت کے عبارت سے واضح ہے سو ہم نظامِ خانقاہی کے احیاء کے بھرپور حامی ہونے کے ساتھ اس کی اصلاح کے داعی اور منکرات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے اور لکھنے کی توفیق عطا فرمائے، مسلمانانِ اہلسنت کو ان وراثتی جاہل گدی نشینوں سے نجات عطا فرمائے اور کامل اولیائے کرام کی پہچان وصحبت عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی واعلیٰحضرت مشن، آباد پورتھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی یوپی ۲۶/ جولائی/ ۲۰۲۲)

محرم الحرام: خرافات رسومات و اصلاح

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ محرم الحرام شروع ہوتے ہی غلط رسومات و خرافات اور بدعات کہ جن کے سبب اس ماہ مقدس کی نہ صرف بے حرمتی ہوتی ہے بلکہ اسلامی اقدار کا کھلا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے چنانچہ شہدائے کربلا کی یاد منانے کی آڑ میں غیر شرعی کام سرانجام دیے جاتے ہیں۔

تعزیہ بنا کر شہر شہر، گاؤں گاؤں نوحہ و ماتم کرتے پھرتے ہیں، نو محرم الحرام کا سورج غروب ہوتے ہی سڑکوں اور گلی کوچوں میں طوفان بدتمیزی مچایا جاتا ہے شہر کے آوارہ، بدتمیز اور جاہل نوجوان سروں پر ہری پٹیاں باندھے منظر عام پر آجاتے ہیں۔

اسٹیل، پیتل اور چاندی سے تیار کردہ مصنوعی ہاتھ، پاؤں، آنکھوں اور بازو کی تیاری شروع ہوجاتی ہیں، اس کے ساتھ زور زور سے ڈھول پیٹا جاتا ہے، تاشے بجائے جاتے ہیں، کپڑے کا درہ بنا کر نوجوان ایک دوسرے کو پیٹتے ہیں، بے پردہ خواتین کا ہجوم بھی سڑکوں پر نکل آتا ہے جن کے ہاتھ میں بچے اور ناریل ہوتے ہیں۔ وہ بے پردہ عورتیں فخر کے ساتھ تعزیئے پر ناریل کا چڑھاوا چڑھاتی ہیں۔ (معاذ اللہ)

نیز مرد حضرات بھی اپنے بچوں کو ساتھ لاتے ہیں تاکہ جاہلوں کا تماشا اپنے چھوٹے بچوں کو دکھا کر ان کا گناہ بھی اپنے سر لیں۔

اسی طرح بعض عورتیں اپنے بچوں کو شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فقیر بناتی ہیں جو کہ ان بچوں کو مانگ کر کھلاتی ہیں اور بعض بدنصیب اپنے گھروں، دکانوں، سبیلوں، موٹر کاروں اور موٹر سائیکلوں میں زور زور سے ماتم کی کیسٹیں بجاتے ہیں اور کالے کپڑے پہن کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

اور تعزیہ داری کے نام پر تو زبردستی غریبوں کے گھروں میں گھس گھس کر چندہ لیا جاتا ہے اور منع کرنے والوں کو یا کم دینے والوں کو دھمکیاں اور انہیں تنگ کیا جاتا ہے اس حوالے سے میں نے اس چیز کا

با قاعدہ مشاہدہ کیا ہے کہ لوگوں نے تعزیہ داری کو کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے لہذا ان تمام خرافات کی سد باب ہونی چاہئے کہ یہ غیر شرعی اور اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔

محرم الحرام میں ناجائز وحرام کام؛

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ فرماتے ہیں: عَلَم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام وگناہ وناجائز ومنع ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ: ج24، ص499، رضا فاونڈیشن لاہور)

نیز فرماتے ہیں: حضرتِ امام حسین کے نام پر بچوں کو فقیر بنانا اس کے گلے میں جھولی ڈال کر گھر گھر اس سے بھیک منگوانا ناجائز وحرام ہے۔ یونہیں فقیر بن کر بلا ضرورت ومجبوری بھیک مانگنا اور ایسوں کو بھیک دینا دونوں حرام ہیں۔

(فتاوی رضویہ: ج24 ص494، 495)

محرم الحرام میں جائز کام؛

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: بال بچّوں کے لئے دسویں (10) محرم کو خوب اچّھے اچّھے کھانے پکائے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سال بھر تک گھر میں برکت رہے گی، بہتر ہے کہ حلیم (کھچڑا) پکا کر حضرت شہید کربلا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ کرے۔ بہت مُجَرَّب (آزمایا ہوا) ہے، اسی تاریخ کو غسل کرے تو تمام سال اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ بیماریوں سے اَمن میں رہے گا کیونکہ اس دن آبِ زم زم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔

(اسلامی زندگی، ص131، 132)

غلط فہمی کا ازالہ؛

(ا) محرم الحرام کے ابتدائی 10 دنوں میں روٹی نہ پکانا، گھر میں جھاڑو نہ دینا، پرانے کپڑے نہ اتارنا

(یعنی صاف ستھرے کپڑے نہ پہننا) سوائے امام حسن وحسین رضی للہ عنہما کے کسی اور کی فاتحہ نہ دینا اور مہندی نکالنا، یہ تمام باتیں جہالت پر مبنی ہیں اس سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج24،ص489)

(۲) عاشورہ کا میلہ: عاشورہ کا میلہ لغو ولہو وممنوع ہے۔ یونہی تعزیوں کا دفن جس طور پر ہوتا ہے، نیت باطلہ پر مبنی اور تعظیم بدعت ہے اور تعزیہ پر جہل وحمق وبے معنیٰ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج24،ص502)

(۳) محرم الحرام میں سبز اور سیاہ کپڑے پہننا علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً کالے کپڑے کا شعار شیعوں کا ہے۔(فتاویٰ رضویہ: ج24،ص504)

اور حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایام محرم میں یعنی پہلی محرم سے بارھویں محرم تک تین قسم کے رنگ نہ پہنے جائیں سیاہ کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے سبز کہ یہ تعزیہ داروں کا طریقہ ہے اور سرخ کہ یہ خارجیوں کا طریقہ ہے کہ وہ معاذ اللہ اظہار مسرت کے لیے سرخ پہنتے ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ16،ص416، دعوتِ اسلامی)

(۴) یزید کو ''رحمۃ للہ علیہ'' کہنا ناصبی ہونے کی علامت ہے: سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی فرماتے ہیں کہ یزید بے شک پلید تھا۔ اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے اور اسے ''رحمۃ للہ علیہ'' نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہلبیت رسالت کا دشمن ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج14،ص604)

ضروری اپیل:

حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضوان للہ علیہم اجمعین کی یاد میں سبیل قائم کرکے لوگوں کو پانی پلا کر ایصال ثواب کیا جائے، لوگوں کو کھانا کھلایا جائے، نذر و نیاز کا اہتمام کیا جائے کہ یہ بزرگان دین کا طریقہ بھی ہے۔
نیز شہدائے کربلا کی سیرت پر کتابیں شائع کرکے ان کو مفت تقسیم کیا جائے۔ ان کے ذکر کی محفلیں

منعقد کی جائیں اسی طرح اُن کے ایصال ثواب کے لئے نو اور دس محرم الحرام دو دن کا تربیتی اعتکاف کیا جائے جو کہ نو محرم الحرام کی نماز فجر سے لے کر دس محرم الحرام کی عشاء تک ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص محرم الحرام کے حوالے سے جن فرسودہ رسومات کو بیان کیا گیا ان سے کوسوں دور رکھے اور شہیدان کربلا کے فیوض و برکات سے ہمیں مالامال فرمائے۔آمین بجاہ الشفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم.

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی ۲۹ / جولائی / ۲۰۲۲)

دورِ جدید میں علم، تعلیم اور سند: (ایک تجزیہ)

قرآن کریم کے تقریباً اٹھتر ہزار الفاظ میں سب سے پہلا لفظ جو اللہ تعالیٰ نے رحمتِ کل عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمایا وہ "اِقْرَاء" ہے، یعنی پڑھیے، اور قرآن پاک کی چھ ہزار آیتوں میں سب سے پہلے جو پانچ آیتیں نازل فرمائی گئیں ان سے بھی علم اور تعلیم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

کیونکہ علم انسان کو سعادت و تکامل کا راستہ بتاتا ہے اور اسے قوی و توانا بنا دیتا ہے تا کہ وہ اپنے مستقبل کو اپنی خواہشات کے مطابق بہتر بنا سکے۔

اسی طرح علم کے کمالات میں سے ایک کمال یہ ہے کہ انسان کو جہالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور بنی آدم کو شعور و فہم بخشتا ہے، اور انسان کو جب یہ تمیز ہو جاتی ہے تو دیوانہ وار کامیابیوں کی طرف لپکتا ہے۔

بہر حال! آج ہمارا معاشرہ ایسی مثالوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے جہاں تعلیمی اسناد کی خرید و فروخت میں لاکھوں روپے اداروں کو ادا کیے جاتے ہیں تعلیم حاصل ہی نہیں کی جاتی، درسگاہوں کی شکل نہیں تک دیکھتے لیکن جعلی ڈگریاں موجود ہیں۔

اور بعض ایسے طلبہ ہیں جو فقط ڈگریاں حاصل کرنے میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج بہت سے ایسے علماء پائے جاتے ہیں جو عالم، فاضل اور مفتی تک کی ڈگری حاصل تو کر چکے مگر اب تک وہ مکمل طور پر عقائد دینیہ سے واقف ہی نہیں یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔

یقین جانیے!! آج نصاب کی تکمیل کرنے والے کو سند دیا جا رہا ہے عالم فاضل اور افتاء تک کے منصب پر پہنچا دیتے ہیں اور جب ایسے (نیم) مولاناؤں کو وعظ کے لئے (لوگ) مدعو کرتے ہیں تو غلط مسائل اور غلط عقائد بیان کر بیٹھتے ہیں جس سے معاشرے میں اختلاف و انتشار کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔

ضرورت! اس امر کی تھی کہ سند کو اہمیت نہ دیتے بلکہ علم ہی کو سند مانتے چنانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ فرماتے ہیں: سند(یعنی ڈگری) کوئی چیز نہیں، بہتیرے (بہت) سند یافتہ محض بہرہ (علم دین سے خالی) ہوتے ہیں، اور جنہوں نے سند نہ لی ان کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہیے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج23 ص684، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور اس حوالے سے فقیہ ملت حضرتِ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عالم کی سند مل جانے کو کافی نہ سمجھو بلکہ زندگی بھر تحصیل علم میں لگے رہو اور یقین کرو کہ زمانہ طالب علمی میں صرف علم حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے اور حقیقت میں علم حاصل کرنے کا زمانہ فراغت کے بعد ہی ہے۔

(انوار الحدیث: ص423، مکتب خانہ امجدیہ دہلی)

تنبیہ: میرے استاذ گرامی مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر انوار احمد البغدادی (پرنسپل دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔ یوپی) زید شرفہ اکثر فرمایا کرتے ہیں:۔کہ"میرے عزیز طلبہ محنت کرو، اس وقت اچھے عالم کی اشد ضرورت ہے یقیناً حضرت کی یہ بات سو فیصد صحیح کہ اس وقت طلبہ کا تعلیمی معیار بہت نیچے گر چکا ہے، صرف سند ہی تک محدود ہے اور یہی وجہ ہے کہ اچھے عالم کی کمی پائی جاتی ہے لہذا ہم طلبہ کرام کو چاہیئے کہ کثرت مطالعہ کا ذوق پیدا کریں، صرف سند یافتہ عالم نہ رہیں بلکہ علم و تحقیق کی جستجو میں ہمیشہ کوشاں رہیں۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ ہمیں سچی بات کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۱۵/جولائی/۲۰۲۲)

عہد حاضر اور القابات: ایک تنقیدی جائزہ

آج کل معاشرہ میں مذہبی القاب کے استعمال میں بڑی بے اعتدالیاں دیکھی جارہی ہیں، چاہے ان القاب کی صلاحیت آدمی میں ہو یا نہ ہو۔ نام کے آگے القاب جڑ دیئے جاتے ہیں اور بعض مرتبہ القاب سے محض ریاکاری کا جذبہ بھی ظاہر ہونے لگتا ہے مثلاً کسی کے لیے شیخ الحدیث، کسی کے لیے شیخ الفقہ، کسی کے لیے شیخ الاسلام اور کسی کے لیے مفتی اعظم جیسے القابات سے نواز دیا جاتا ہے۔

سؤال یہ ہے کہ اس کی شرعی حدود کیا ہے؟ کیوں کہ کسی کو مختلف اَلقابات دینا یہ آپ کی طرف سے لوگوں کے لیے گواہی ہے اور قیامت کے دن آپ نے ہر دیے گئے لقب کے متعلق جواب دینا ہوگا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ستکتب شهادتهم ويسئلون (سورہ الزخرف: 19)

ترجمہ: ہم اُنکی گواہی کو لکھتے ہیں اُور (قیامت کے دن) اُن سے (اُس گواہی کے متعلق) پوچھا جائے گا۔

نیز حقیقت کے خلاف اَلقابات دینا غیر شرعی ہے، ارشاد فرمایا:

و كل شيء عنده بمقدار (سورہ الرعد: 8)

ترجمہ: اُسی (اللہ تعالیٰ) کے ہاں ہر شئے کی ایک مقدار ہے۔

اسی طرح سورہ نجم آیت نمبر ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تزکیہ (خود کو پاک قرار دینے اور اپنی خوبیاں بیان) کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور ایک مقام پر تزکیہ کو یہودیوں کا طرزِ عمل قرار دیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی کے سامنے ایک لڑکی کا نام برّہ ذکر کیا گیا تو انہوں نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے آپ کو پاکیزہ مت قرار دو؛ بلکہ لڑکی کا نام زینب رکھو، اسی طرح اپنے آپ کو علمی کمالات سے آراستہ قرار دینا خود ہی "علامۃ الدھر"، "فھامۃ العصر" کے القاب سے خوش ہونا ناپسندیدہ عمل ہے۔

آج کا حال تو یہ ہے کہ اس (ناپسندیدہ عمل) خود سے اس کا اظہار تو' نہیں کرتا لیکن جب اشتہار چھپ جاتا ہے اور اشتہار میں القاب سے نوازا جاتا ہے اسے دیکھ کر بھی نکیر (تردید) نہیں کی جاتی۔

اور بعض افراد تو اپنے متوسلین کو اس طرح کے القابات استعمال کرنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں کہ فلاں فلاں القاب لگاؤ اور بعض دفعہ القاب کے بغیر پکارے جانے پر بے التفاتی کا مظاہرہ ہوتا ہے، داعی سے خفگی و ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اُن کا لقب کیوں نہیں لگایا؟

اس حوالے سے مشفق استاذ قمر العلماء حضرتِ علامہ قمر عالم مصباحی الاشرفی (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی) اطال اللہ عمرہٗ دوران درس (غالباً تفسیر مدارک پڑھارہے تھے) اُس دوران حضرت نے ایک بات فرمائی جو نہایت قابل ذکر ہے فرماتے ہیں: "آج کل تو القابات کے لیے اسٹیج کے پیچھے' پیسہ دیا جاتا ہے اور نقیب حضرات بے تکلف تعریفوں کی پھول باندھ دیتے ہیں یہ سب غیر شرعی اور منع ہے۔

اور امام ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء اللہ الحسنیٰ کی شرح میں لکھا ہے کہ قرآن وحدیث سے اپنا تزکیہ کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، ہمارے علماء نے فرمایا کہ مصر کے علاقہ میں اور دیگر بلادِ عرب وعجم میں جو رواج ہو گیا ہے کہ اپنے لیے ایسی صفات استعمال کی جاتی ہے جو تزکیہ پر دلالت کرتی ہیں وہ بھی اسی ممانعت میں داخل ہیں۔

نیز حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ الباری (متوفی ۵۰۵ھ) نے کسی کی تعریف میں چھ نقصانات کو شمار کیا ہے، چار نقصانات تعریف کرنے والے میں اور دو ممدوح میں۔۔"احیاء علوم الدین ۲/ ۳۵۲" میں ہے: (۱) اگر تعریف میں مبالغہ آمیزی کیا ہے تو یہ مبالغہ کذب بیانی پر ختم ہوگا (۲) ریاکاری: اس تعریف کے ذریعہ وہ ممدوح سے محبت کا اظہار کررہا ہے اور کبھی دل میں اس کی محبت نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ تمام دکھلاوے کے لیے ہوتا ہے۔

(۳) ایسی چیزیں بیان کرے جو ممدوح میں نہیں، نیز اس کی اطلاع کی بھی کوئی سبیل نہیں (۴)

کبھی ممدوح اس تعریف سے خوش ہو جاتا جب کہ وہ ظالم یا فاسق ہوتا ہے اور یہ درست نہیں ؛اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: جب فاسق کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے (۵) اس تعریف سے ممدوح میں عجب وکبر پیدا ہوگا اور یہ دونوں مہلکات میں سے ہیں (۶) تعریف پر ممدوح خوش ہو جائے گویا اس تعریف سے خود بھی راضی ہے،اس سے اپنے آپ کو کامل سمجھے گا جو خود کو کامل سمجھے وہ عمل میں کوتاہ ہوگا

۔

جیسا کہ آج مبالغہ آمیزی سے واقعتاً اس قسم کے نقصانات رونما ہو رہے ہیں اگر کسی مقرر کو کسی موقعہ پر بڑے القاب سے نوازا گیا تو وہ ان کے دھوکے میں مخالفین پر سب وشتم کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں،اور پھولے نہ سما کر اوروں کو بھی ان القاب کے استعمال کی ترغیب دیتے ہیں جب کہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ چند رٹے رٹائے جملوں کے سوا شریعت سے بے بہرہ اور دین کی بنیادی معلومات سے نابلد ہیں۔

تنبیہ: آج ضرورت ہے۔عوام میں بے محل القاب کے نقصانات بیان کیے جائیں،عوام خود کذب بیانی وغیرہ کے خوف سے اس سے پرہیز کرنے لگیں گے نیز مدارسِ دینیہ میں ابتداء ہی سے ایسی تربیت کی جائے کہ طلبہ اپنے لیے القاب کے بجائے نام ہی زیادہ پسند کرنے لگیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح طرزِ عمل اپنانے کی توفیق عطا فرمائے بالخصوص بے جا القابات (جو حقیقتاً ریاکاری ہے) سے ہمیشہ بچائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی واعلیٰحضرت مشن، آباد پور تھانہ(پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار،الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی،بستی یوپی شائع کردہ:۱۸/ جولائی/ ۲۰۲۲)

ضمیر کی آواز: حقیقت اور کیفیت

کوئی انسان دنیا میں ایسا موجود نہیں جو اپنے اندر ضمیر نام کی ایک چیز نہ رکھتا ہو، اس ضمیر میں لازماً، بھلائی اور برائی کا ایک احساس پایا جاتا ہے، اور چاہے انسان، کتنا ہی بگڑا ہوا ہو، اس کا ضمیر، اسے کوئی برائی کرنے اور کوئی بھلائی نہ کرنے پر ضرور ٹوکتا ہے۔

یہ (احساس) اِس بات کی صریح دلیل ہے کہ انسان نرا حیوان نہیں بلکہ ایک اخلاقی وجود ہے، اُس کے اندر فطری طور پر بھلائی اور برائی کی تمیز پائی جاتی ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو اپنے اچھے اور برے افعال کا ذمہ دار سمجھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کبھی گناہ کے فلسفے کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہے، کبھی خاندانی شہرت پر داغ لگنے کی دھمکی دیتی ہے، کبھی ذاتی بے راہ روی کے طعنے دیتی ہے، کبھی آخرت کے عذاب کا خوف دلاتی ہے، کبھی معاشرتی تنقید کا ڈر ذہن میں بٹھاتی ہے، کبھی قانونی حجاب کے پردے ہٹانے کی کوشش کرتی ہے اور کبھی احتساب کا خوف رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے۔

لیکن جب کوئی طریقہ کامیاب نہ ہو، بے عملی اور بے راہ روی غالب رہے تو جرم گناہ کے ساتھ یہی ندامت کا روپ سامنے لاتی ہے یہ وہ خیر کا عنصر ہے جو شر پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے۔ ندامت کے جھٹکے اور غلطیوں سے توبہ اس کے روپ ہیں، جو جرم گناہ کو مسخ کر دیتے ہیں۔

یہ منبع ہے جو انسان کے اندر سے پھوٹتا ہے، یہ دل و دماغ کی وہ کیفیتیں ہیں جو خواہشات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

چونکہ انسان دنیاوی طلب میں اس قدر حریص اور بے پرواہ ہوتا ہے۔ لذت کے شوق اور منعفت میں سبقت لے جانے کے جذبے سے اخلاقی بندھن سے بے پرواہ، رزقِ حلال اور حرام میں تمیز کئے بغیر

آگے بڑھنے میں سبقت، آسائشات اور خواہشات کے دھارے میں بڑھتا چلا جاتا ہے تو اس طرح انسانی شخصیت میں ضمیر کی طاقت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔

جب یہ کیفیت زیادہ طاقتور اور بااثر ہوتی ہے تو اندر کا انسان مردہ ہو جاتا ہے جو اخلاقی کیفیات کو محسوس نہیں کرتا۔ اچھائی اور برائی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ حلال اور حرام کی پہچان رک جاتی ہے، لوگوں کی محسوسات کی رسائی کانوں تک پہنچنا بند ہو جاتی ہے اور یہی معاشرتی اکائی کی بدترین مثال ہے۔

نیز اس کے برعکس اگر انسان رزق حلال اور حرام میں تمیز کر سکے، بچوں کی پرورش میں رزقِ حلال کی خواہش کرے، جدوجہد کو شعار بنائے، محنت کی عظمت کو پہچانے تو ضمیر کی بقاء اس کی بداعمالی میں رکاوٹ بنتی ہے، اس سے انسانیت کی بقاء اور معاشرتی پھیلاؤ میں خرابیاں کم ہوتی چلی جاتی ہے۔

ذرا سوچیئے! یہ زمین کی زرخیزی اس میں دفن خزانوں کے کھوج کی کس نے راہ دکھلائی۔ جب یہ سب کچھ مالک کائنات کی عطاء ہے تو انسان میں انسانیت کیوں نہیں۔ ہم اس کائنات میں خوبصورتی کا رنگ بھرنے کی بجائے کیوں گندگی پھیلا رہے ہیں؟

اس ذات مقدس نے ہمیں سب کچھ دینے کے باوجود انسانیت کی بقاء کے لیے ہمیں تعلیم دی، کردار کی درستگی کے لیے انسانوں میں انبیاء علیہم السلام بھیجے، انبیاء علیہم السلام کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور انتہا ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ہوئی۔

بدقسمتی سے اس کے بعد کئی لوگوں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا لیکن یہ ایک اٹل فیصلہ ہے کہ اس کائنات کے آخری نبی حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اس کائنات میں تشریف لائے۔

بہر کیف! انبیاء کرام کے بعد اولیاء اور صوفیاء کا دور شروع ہوتا ہے، پہلے ولی حضرت صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ ٹھہرے اور پھر ان کی لڑیاں اور کرنیں بکھرتی چلی گئیں، ان کے کردار کی روشنی ہماری رہنمائی کے لیے نمونہ بنی۔

پھر معاشرتی پیچیدگیوں کے ساتھ ساتھ ہمیں دینی وسعت دی گئی، ضابطے بنانے کی اہلیت دی گئی۔ ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے انتظامی چھتری دی گئی، رزق حلال کے حصول کے لیے تمام اجزاء انسانی مکمل دیئے گئے نیز سوچ کے دائرے، کون و مکاں کی گہرائیوں کو جاننے کی اہلیت دی گئی۔

کہاں ہیں وہ خلوص کے رشتے جنہوں نے اخوت اور محبت کی بنیاد رکھی، کہاں گئے وہ گنج ہائے گراں مایہ جنہوں نے درس انسانیت دیا، ہماری زندگیاں دوسروں کے رحم و کرم پر کیوں ہیں، ہم انسانیت کو مجبور بنائے ذاتی اغراض کی رو میں کیوں بہتے جارہے ہیں؟

ہم مجبوریوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، ہم رسم و رواج کے پابند اس لیے ہیں کہ لوگ ہمیں بڑا سمجھیں، ہم نمائش کے پابند اس لیے ہیں کہ لوگ ہمیں اپنی اصلیت سے بڑھ کر جانیں، ہم جھوٹ کا سہارا اس لیے لیتے ہیں کہ سچائی سے ہمیں ڈر لگتا ہے، ہم تعریف سننا اس لیے پسند کرتے ہیں کہ ہماری شخصیت میں اس بات کی کمی ہوتی ہے۔

ہم قانون کو اس لیے توڑتے ہیں کہ لوگ ہمیں قانون سے بالاتر سمجھیں، ہم لوٹ مار اس لیے کرتے ہیں کہ دولت کے بغیر ہم شخصیت کو نامکمل پاتے ہیں، ہم انصاف اس لیے نہیں کرتے کہ رزق حرام نے ہمارے ضمیر مردہ کردیئے ہیں۔

ہم دوسروں کو اپنانے کی کوشش اس لیے کرتے ہیں کہ ہماری شخصیت نامکمل ہوتی ہے، ہم میں خود احتسابی نہیں، زندگی کے سفر میں جب نظر پڑتی ہے تو عجب تصویر سامنے آتی ہے۔

آج ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ وسائل کم اور مسائل زیادہ ہوگئے ہیں اور یہ مسائل صرف معاشی نہیں بلکہ غیر ضروری بھی ہیں، اب محبتیں صرف کم نہیں ناپید ہوتی جارہی ہیں، نفرتوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

رشتوں کی کشش بھی مال وزر سے ناپی اور تولی جارہی ہے، جھوٹ اور فریب میں بڑھتا جارہا ہے آؤ آج بھی ہم غور کریں کہ ہم نے کہاں کا قصد کیا اور کہاں چل پڑے۔

اقسام؛

شاید اس حقیقت سے انسان بہت حیران ہو جائے گا لیکن اس اندرونی معیار کی کئی قسمیں موجود ہیں اُن میں سے پہلی قسم ذاتی ضمیر ہے، جس میں محدود توجہ مرکوز ہے، اس کی مدد سے، کسی شخص کو یہ بتاتا ہے کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔

ضمیر کا اگلا تصور ان لوگوں کے مفادات اور اعمال کا احاطہ کرتی ہے جو ذاتی نوعیت کے اثرات سے نمٹنے کے لیے نہیں اس کی حدود ہیں کہ یہ خاص طور پر ایسے لوگوں کو خدشہ کرتا ہے جو ایک مخصوص گروپ کے ممبر ہیں۔

اور تیسری قسم روحانی کہ بہت سے لوگوں نے ان کی زندگی میں کم از کم ایک بار اس سوال سے پوچھا اور اسی طرح اگر کوئی اندرونی آواز نہیں تھی تو اس شخص کو فرق نہیں ہوگا کہ کون سا عمل اچھا ہے اور کون برا ہے۔

یعنی اس معیار کے بارے میں بھول جاتے ہیں اور اس طرح خود کو دھوکہ دیتے ہیں دوسری طرف اس اندرونی معیار کی وجہ سے ایک شخص کچھ اعمال انجام دیتا ہے کہ کیا اچھا ہے اور برا کیا ہے۔

الحاصل: اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے دِل میں نیکی اور بدی کو پہچاننے کی ایک قوت رکھی ہے، جس طرح ظاہری آنکھیں اگر اندھی نہ ہوں تو سیاہ وسفید کے فرق کو پہچانتی ہیں، اسی طرح دِل کی وہ قوت، جس کو "بصیرت" کہا جاتا ہے، صحیح کام کرتی ہو تو وہ بھی نیکی اور بدی کے فرق کو پہچانتی ہے۔

اگر آدمی کوئی غلط کام کرے تو آدمی کا دِل اس کو ملامت کرتا ہے اسی کو "ضمیر" کہا جاتا ہے، لیکن جب آدمی مسلسل غلط کام کرتا رہے تو رفتہ رفتہ اس کا دِل اندھا ہو جاتا ہے اور وہ نیکی و بدی کے درمیان فرق کرنا چھوڑ دیتا ہے، اسی کا نام "ضمیر کا مرجانا" ہے۔

جن لوگوں کا ضمیر زندہ اور قلب کی بصیرت تابندہ اور روشن ہو ان کو بعض اوقات فتویٰ دیا جاتا ہے کہ

فلاں چیز جائز ہے، مگر ان کا ضمیر اس پر مطمئن نہیں ہوتا، اس لیے ایسے اربابِ بصیرت ایسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید ارشاد ہے: وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچوں کی صحبت عطا فرمائے، اُن کے قرب سے (ہماری) ضمیر کو زندہ رکھے اور اچھے اور برے کی پہچان عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الشفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی ۳۱/ جولائی/ ۲۰۲۲)

سوشل میڈیا: فساد، اسباب اور علاج

سوشل میڈیا ایک ایسا غیر منظم بازار ہے، جس میں جاہلوں کی کثرت ہے، اگر کوئی اچھی اور سنجیدہ گفتگو ادب کے دائرے میں بھی کرتا ہے تو بہت سے عالم نما جاہل، بازاری حرکتوں پر اتر آتے ہیں، جن کی باتیں بے سر و پا، دلیل سے خالی اور مغلظات سے بھرپور ہوتی ہے۔

بسا اوقات تو یہ لوگ اس حد کو پہنچ جاتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کفر وفسق اور گمراہی کی مشین گن لیے بیٹھے ہوں۔قسم خدا کی ایسے لوگ اپنے موافق و مخالف دونوں گروپس میں صرف نفرت پھیلاتے ہیں۔

سچ کہا ہے کسی نے کہ کسی کے سامنے اپنے محبوب کی اتنی تعریف نہ کرو کہ مخاطب کے دل میں نفرت پیدا ہو جائے۔ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ عقل کا لبادہ اوڑھیں، پہلے سوچیں پھر بولیں، نہ کہ بول کر سوچیں اور اللہ کا خوف کریں۔اللہ پاک ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا پر یہ چیزیں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں، اس کی بہت سی وجوہات ہیں، اس میں سے ایک یہ کہ سوشل میڈیا کو استعمال کرنے والا شخص جب اپنے موقف کے برخلاف کوئی بات دیکھتا ہے تو وہ اپنے موقف کے دفاع کے چکر میں جلد بازی کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ کچھ لکھ بیٹھتا ہے جو مناسب نہیں ہوتا۔

لیکن مجھے حیرت اس وقت ہوتی ہے جب معتبر و ذمہ دار علما و دانشوران محض تعصب و انانیت کے سبب مسلمہ حقائق سے منہ موڑ لیتے ہیں اور متعلقہ معلومات کے مثبت پہلو پر نظر کرنے کے بجائے منفی پہلو کو لے کر لڑ پڑتے ہیں اور حد تو یہ ہے بدتمیزی پر اتر آتے ہیں بالآخر نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔یہی اسباب ہیں کہ سوشل میڈیا پر بدزبانی اور عدم قبول و برداشت کا گراف اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔

شازش؛

کچھ لوگ صرف نفرت پھیلانے کی نیت سے نقلی آئی ڈی بنائے ہوئے ہیں اور نفرت کو ہوا دیتے ہیں جو رفتہ رفتہ بھیانک آگ کی شکل اختیار کر جاتی ہے اور چند سیاسی پارٹیاں بھی اس طرح کا کام کر رہی ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ باقاعدہ لوگوں کو تنخواہوں پر رکھا گیا ہے کہ وہ اس طرح کے پیغامات کو عام کریں جس سے لوگ بھڑک اٹھیں، مثلاً: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان میں گستاخی، کسی مندر یا مسجد پر نازیبہ بیان، کسی مذہب ومشرب پر انگشت نمائی وغیرہ۔

اور کچھ لوگ شہرت پانے کی خواہش میں بھی کسی مشہور شخصیت پر کیچڑ اچھالتے ہیں تا کہ وہ مشہور ہو سکیں اس طرح سوشل میڈیا کے ذریعے بدزبانی اور عدم قبول و برداشت کا گراف نہ صرف بڑھا ہے بلکہ بد تمیزی کی شکل اختیار کر کے اپنے عروج پر پہنچ گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا حصول معلومات کا ایک اہم ذریعہ ہے اور اس کے توسط سے بہت سارے مثبت اور اچھے کام بھی ہو رہے ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ اسی سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم پر انسانیت اور اخلاق واخلاص کا جنازہ اٹھتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسباب؛

(1) مہار آزادی: اس کی بنیادی وجہ سوشل میڈیا کی بے مہار آزادی ہے، جنھیں اپنے گھر میں دو وقت کی روٹی میسر نہیں تھی انھیں سوشل میڈیا پر کنٹرول مل گیا ہے اس لیے یہ تو ہونا ہی تھا۔

(2) علم کی کمی: زیادہ تر کم علم علما اور طلبہ ہی سوشل میڈیا پر ہیں، ذی علم اولاً تو اس میں بہت ہی کم ہیں ،جو ہیں بھی تو بہت کم دوسرے کے منہ لگتے ہیں۔

(3) ناقص مطالعہ: عام طور پر سوشل میڈیا میں جو معلومات شئیر کی جاتی ہیں ان کا اگر مکمل توجہ سے مطالعہ ومعائنہ نہ کیا جائے تو ان کے کئی پہلو نظر آتے ہیں اور مطلب کچھ کا کچھ نکلنے لگتا ہے۔

(4) جذباتی: سوشل میڈیا کے پوسٹ میں کاپی پیسٹ اور ایڈیٹنگ کا اچھا خاصا دخل ہوتا ہے، مگر عدم شعور وفہم کے حاملین شئیر شدہ معلومات کی اصل حقیقت کو جانے بغیر پوسٹ کے مطابق مذہبی، مسلکی، سیاسی، سماجی یا شخصی طور پر جذباتی ہو جاتے ہیں، اور پھر جو سمجھ میں آتا ہے پوسٹ کر ڈالتے ہیں۔

(5) ہوائے نفس، انانیت، دینی تعلیم وتربیت کا فقدان، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کا نہ ہونا، اکابر کا گروہ در گروہ میں بٹ جانا، دینی قائد کا فقدان، تنقید کا برائے تخریب ہونا، اور دینی کام کو تجارتی نقطۂ نظر سے دیکھنا۔ یہ وہ تمام اسباب ہیں جن کی وجہ سے سوشل میڈیا پر بدزبانی عام ہو رہی ہے۔

علاج؛

(1) اختلافی مسائل: شوشل میڈیا میں اختلافات پر گفتگو کبھی نہ نتیجے تک پہنچی ہے اور نہ پہنچنا ممکن ہے (جیسا کہ ٹی وی چینلوں کے مباحث سے اندازہ لگایا جا سکتا) لہذا اس سے پرہیز کیا جائے۔

(2) دوسروں کے جذبات سے کھیلواڑ: کسی مقبول شخصیت کی بشری کمزوریوں کو سوشل میڈیا کے ذریعے عام کرنے کی مذموم کوشش بھی ایک بڑا سبب ہے، کمی کس میں نہیں، ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ خوبیاں کس میں زیادہ ہیں۔

(3) فطری کمزوری: کچھ لوگوں کی عادت ہی بدزبانی ہے، وہ کہیں بھی ہوں اپنا رنگ دکھانا نہیں بھولتے، ایسے لوگوں کو بلاک کرنے میں ہی بھلائی ہے۔

(4) احساس کمتری: شوشل میڈیا پر یہ چیز عام ہے کہ اگلے کے اثر و رسوخ اور مقبولیت کو ختم کرنے کے لیے بندہ بدزبانی کا سہارا لینے لگتا ہے (گالی گلوج اور طعن وتشنیع تک پہنچ جاتا ہے) اس میں کچھ ایسے مسائل بھی ہوتے ہیں جس میں غیروں کو اور زیادہ موقع مل جاتا ہے لہذا اس سے بچنا لازمی ہے۔

(5) محقق کا نشا: کچھ لوگ سوشل میڈیا پر محقق بننے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، شہرت کی پگڑی پہننے کے لیے سعی و کوشش میں لگے رہتے ہیں، کبھی کبھار تو ایسی بات لکھ دیتے ہیں کہ دوسرے کی عقیدت کو کافی ٹھیس پہنچتی ہے اور اس سے نفرت کا بازار گرم ہو جاتا ہے لہذا ایسے غیر ذمے دار محققین کی نشان دہی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کہنے، لکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

از قلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۱۲/ اگست/ ۲۰۲۲)

برادرانِ ملت کو پیغام:
(ہم سوال کیوں نہیں کرتے؟؟)

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

"فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون" (الانبیاء 21:7)

اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اس آیت کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اس سے تقلید کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ جو چیز معلوم نہ ہو وہ جاننے والے سے یہ پوچھنا لازم ہے۔ (نور العرفان)

جیسا کہ دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں متعدد مواقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روزمرہ زندگی اور مادی امور کے متعلق سوالات کیے اور وہ سوالات بھی کیے جو انسانی علم سے باہر ہیں، نہ انسان انہیں دیکھ سکتا ہے، نہ ان کی گواہی دے سکتا ہے کیوں کہ معمولی سا سوال بھی پیدا ہو تو شکوک وشبہات میں اضافہ ایمان کو کمزور کر سکتا ہے۔

بہار شریعت میں مرقوم ہے: خلفائے راشدین کے زمانہ مسعود و مبارک میں بھی مخصوص افراد صحابہ و تابعین میں سے ایسے تھے جن سے مسائل کے احکام معلوم کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔ ہر صحابی یا ہر تابعی کو یہ مقام حاصل نہ تھا۔ اس لئے احکامِ شرعیہ کو حاصل کرنے میں اور دوسروں کو بتلانے میں فقہی کتابوں کے مطالعے کے ساتھ صاحب فہم و اِدراک صحیح العقیدہ دینی عالم سے رجوع کرنا بہر حال ضروری ہے

(ملخصاً بہار شریعت: ج3_ب، حصہ 19، ص1022، نئی ایڈیشن دعوتِ اسلامی)

اور امام اہل سنت اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ الباری تحریر فرماتے ہیں: مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ جو بات نہ جانے خود اس پر کوئی حکم نہ لگائے بلکہ اہل شرع سے دریافت کرے۔

(ملخصاً فتاویٰ رضویہ: ج24، ص526، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

لیکن آج کا المیہ یہ کہ لوگ سوال پوچھتے ہی نہیں (اِلا ماشاللہ) اور بعض اوقات ہم سنجیدہ سوالات کرنے سے ڈرتے اور شرماتے بھی ہیں جب کہ قرآنی تعلیمات بھی سوال کرنے کی حوصلہ شکنی نہیں فرمائی آپ قرآن مجید تلاوت کیجئے تو معلوم ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوالات کیے نیز احادیثِ مبارکہ میں نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے صحابہ کرام اور صحابہ کرام سے تابعین اسی طرح بزرگانِ دین سے عام اہلِ ایمان تک سوال پوچھنے کی روایت جاری رہا ہے۔

ہمیں سوچنا چاہیے کہ سوال کرنے سے علم میں اضافہ ہوتی ہے بلکہ حصول علم کے لیے سؤال کرنا ضروری ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **طلب العلم فریضة علی کل مسلم** " یعنی علم دین کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور علم ہی ہے کہ جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورہ 35، آیت 28)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

تنبیہ: صرف سؤال کرنے سے نہیں ہوتا، سؤال کرنے کے کچھ آداب بھی ہوتے ہیں بالخصوص صاحب شرع سے مسئلہ پوچھتے وقت اُن کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اپنی گفتگو، حرکات وسکنات کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

نیز جن (مفتی یا مولانا پر اعتماد ہے) سے مسئلہ پوچھیں تو ان سے بحث ومباحثہ سے پرہیز کریں اگر کوئی جواب سمجھ نہ آئے تو اعتراض نہ کریں بلکہ تہذیب کے ساتھ مناسب انداز میں دوبارہ پوچھ لینا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو باادب سؤال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانیٔ الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۲۸/جون/ ۲۰۲۲)

جشنِ آزادی: عظیم نعمت، حقیقت اور اہمیت

آزادی کی قدر و منزلت سے شاید ہی کوئی ناواقف ہو۔ زندہ قومیں اس بیش بہا نعمت کا سودا کسی قیمت پر نہیں کرتیں بلکہ اپنا سب کچھ لٹا کر آزادی کی نعمت کا حصول ممکن بناتی ہیں۔

یہ وہ نعمت ہے اور اس کا اندازہ (صرف) وہی کر سکتے ہیں جو آزادی سے محروم ہوں'اس حوالے سے تاریخ کا مطالعہ کیجئے کہ جب پورے ہندوستان پر انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہوگیا تھا بعد ازاں ہندوستان کے وسائل سے اہل ہندوستان کو محروم رکھا جانے لگا، ظلم وستم سے عوام وخواص، نوابین وحکماء اور دانشور وعلماء کوئی بھی محفوظ نہ تھے، اُن کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا جاتا تھا اور انہیں ان سے کچھ کہنے کا حق نہیں تھا۔

جس طرح آج دنیا میں کئی ایسے خطے ہیں جہاں کے عوام اس جدید دور میں بھی غاصب کے تسلط سے آزادی کے حصول کے لیے جدو جہد کر رہے ہیں فلسطین کے مسلمانوں سے پوچھیئے !!کس قدر اسرائیل کے ظلم کا شکار ہیں، چین اور برما جیسے ممالک میں مسلمانوں کیا حال ہے۔

حقیقت:

اور آج ہم آزادی کے بعد 75 سال کا سفر طئے کر چکے ہیں بحمدہ تعالیٰ!! ہمارا پیارا وطن ہندوستان 15 اگست 1947 عیسوی کو آزاد ہوا تھا اور اسی کا جشن آج ملک بھر 75 واں جشن آزادی منایا جارہا ہے۔

نیز ہم سب اِس سے واقف ہیں کہ کس طرح ہندوستان انگریزوں کے ظلم وستم، جابرانہ پالیسیوں اور غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوا تھا۔آزادی کے متوالوں نے بلند حوصلوں کے ساتھ کیسی کیسی قربانیاں پیش کیں تھی مجاہدین آزادی کی سخت جدو جہد کے بعد ہمیں آزادی جیسی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان آج بھی صحیح معنوں میں آزادی کا منتظر ہے، ملک میں غریب، مزدور، خواتین اور بالخصوص مسلمان محفوظ نہیں ہیں بلکہ گائے مکمل طور پر محفوظ ہے۔آج اِس ملک کی تاریخ کو مسخ کیا

جارہا ہے اور آزادی کے حقیقی ثمرات سے ہندوستان کے عوام محروم دکھائی دیتے ہیں۔

عظیم نعمت:

آزادی کا مطلب ہر شخص کو کھلی فضا میں سانس لینے کا حق ہے۔آزادی ایک بیش بہا نعمت، قدرت کا بیجد انمول تحفہ اور زندگی جینے کا اصل احساس ہے۔ اِس کے برعکس غلامی وعبودیت ایک فطری برائی، کربناک اذیت اور خوفناک زنجیر ہے۔ اِس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ جس طرح معاشرے میں شخصی آزادی نہایت اہم ہے اُس سے کہیں زیادہ اجتماعی آزادی کی اہمیت وضرورت ہے۔ یا یوں کہئے کہ آزادی ایک عظیم نعمت ہے،اِس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز نہیں اور اِس کی حفاظت ہماری اجتماعی اور قومی ذمہ داری ہے۔

اہمیت:

یومِ آزادی ایک خاص اہمیت کا حامل اور حب الوطنی کے جذبہ سے بھر پور ایک خاص دن ہے۔ برطانوی تسلط سے آزادی ہندوستان کی عوام نے طویل جدو جہد کے بعد حاصل کی تھی اور اسی جدو جہد کو زندہ رکھنے اور لوگوں کو متحد کرنے کے لئے جشنِ آزادی منایا جاتا ہے نیز ہر سال 15 اگست کو ہم اس دن کو مناتے ہیں جب ہم ایک آزاد قوم بنے تھے،جس کا مطلب ہے کہ ہم خود پر حکمرانی کرنے کے لیے آزاد تھے اور کسی اور کے زیر اقتدار نہیں تھے۔

ہندوستان کے سَو اسَو کروڑ عوام کے لیے یہ سبق ہے کہ جشنِ آزادی محض ایک رسم کا نام نہیں ہے بلکہ آزادی کے بعد سے اب تک ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا، اپنی قومی پیش رفت، ترقی و بہبود کی رفتار، آزادی کے ممکنہ ثمرات اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور ملک کی سالمیت کی بقاء کے سلسلے میں اپنی کاوشوں کے محاسبہ کا نام جشنِ آزادی ہے۔

تنبیہ: لہٰذا آج ہم یہ عہد کریں کہ جس طرح ہمارے اسلاف نے مِل کر ملک کی آزادی حاصل کی تھی اُسی حوصلہ و جذبہ سے سرشار ہو کر ہندوستان کو عظیم ملک بنائیں گے۔ اِس کی تعمیر وترقّی میں اپنا کردار ادا کریں

گے، جھوٹ، رشوت، دھوکا بازی، ملا وٹ، ذخیرہ اندوزی، چوری، ڈکیتی، کرپشن وغیرہ سے پرہیز کریں گے، اسی طرح غربت، بے روزگاری اور ایسے ہی کئی اہم مسائل ہیں سے آزادی حاصل کریں گے اور اس کے لیے جد و جہد جاری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کہنے اور لکھنے کی توفیق عطا فرمائے، ملک عزیز ہندوستان کو ترقی بخشے، اہل وطن میں اتحاد قائم ہو جائے اور آپسی نفرت ختم ہو جائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانیٔ الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۱۵/ اگست/ ۲۰۲۲)

موجودہ سیاست: اسلام اور اہل اسلام (قسط اول)

اسلام نے سیاست کی تعلیم بھی دی ہے، اگر اسلامی نقطۂ نظر سے سیاست کیا جائے تو یہ اصلاً خدمت خلق ہے جس میں پوری انسانیت شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اعظم ﷺ اور اُنکے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت سے روزِ روشن ہے کہ جس کا عدل وانصاف کرنے میں کوئی ثانی نہیں، اگر یہی اصول عدل وانصاف آج کل ملک کی سیاست میں اپنائی جائے تو یقیناً سماج کا ہر طبقہ ساتھ آجائے گا اور ساتھ ہی لوگوں کے دلوں میں جو نفرت بھر دی گئی ہے اس کے اندر محبت اور بھائی چارگی پیدا ہو جائے گی۔

اسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ" سیاست" اسلام کی نظر میں ایک بلند ترین عمل اور حکمت ہے جس کے ذریعے انسانوں کی ظاہر و باطن دونوں اصلاح کر سکتے ہیں نیز اسلامی سیاست نہ کسی کی آزادی سلب کرتی ہے، اور نہ کسی کو بے راہ روی کے لیے آزاد چھوڑتی ہے بلکہ ہر حال میں احکم الحاکمین کے احکام کی بالادستی کو قائم رکھتی ہے۔

لیکن یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ موجودہ سیاست کا اسلام سے دور دور تک کوئی ربط نہیں، ہماری آج کی سیاست اپنے اصول وضوابط میں اپنی طبعیت اور مزاج میں مذہب سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتی، ایسی گھناؤنی سیاست کو مذہب کے ساتھ اگر جوڑا جائے تو یہ مذہب کی پاکیزگی کو تار تار کرنا ہوگا۔

دراصل ہم نے دین اور سیاست کو الگ الگ خانوں میں بانٹ کر رکھا ہے، ہم میں سے بعض تو اس حد تک سیاست سے کنارہ کشی کیئے ہوئے ہیں کہ اس پر بات کرنا یا کسی مناسب امیدوار کی تائید کرنا بھی گناہ عظیم سمجھتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ سیاست گندی چیز ہے۔

اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت کی تعلیم میں تمام معاملات کے متعلق احکام نہیں ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ شریعت نے صرف عبادات اور معاملات کے تعلق سے ہی احکام بیان کیے ہیں سیاست کے تعلق سے اسلام نے تعلیم نہیں دی، اور لوگوں کے اس فاسد خیال سے بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ لوگ حد شرعی سے

آگے بڑھنے لگے اوران کا گمان یہ ہونے لگا کہ دین اسلام کی تعلیم ناقص ہے۔معاذ اللہ

حالانکہ اسلام ایسا پاکیزہ اور مقدس مذہب ہے کہ سیاست سے متعلق کافی قانون اوراحکام بیان کیے ہیں،اورکسی دوسرے مذہب میں تو سیاسی تعلیم اورضروری احکام درکنار،بلکہ رہنے سہنے کے متعلق بھی تعلیم نہیں ملتی،شریعت مطہرہ میں تمام انسانی حالات کے مفصل قواعد موجود ہیں کوئی ایسا جزئیہ نکلنا ممکن نہیں جس میں شریعت اسلامیہ کا کوئی حکم نہ ہو۔

خالق کائنات اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ"

ترجمہ:اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔(النحل:16,آیت89)

ایک ازالہ:

دین پرعمل کے لیے اسلام کے تمام احکام پرعمل ضروری ہے،چاہے وہ کسی شعبہ سے متعلق ہو،البتہ جہاں تک دین کی جدجہد کا تعلق ہے عادۃ کوئی ایک شخص تمام شعبوں میں جدو جہد نہیں کرسکتا اس لیے اس میں تقسیم کار پرعمل ضروری ہے۔

مثلاًکسی نے اپنے لیے دین کے کام کا شعبہ اختیار کیا،اس میں وہ اپنا وقت اورمحنت صرف کررہا ہے اوراس پر زیادہ توجہ دے رہا ہے،اس میں کوئی حرج نہیں،حرج اس میں ہے کہ کوئی یہ سمجھے کہ میں نے جوشعبہ اختیار کیا ہے وہ دین کا مقصود اصلی ہے،تو یہ غلط ہے،بلکہ جس طرح دین کے بہت سے کام ہیں اسی طرح سیاست بھی کام ہے۔

جیسے کوئی شخص سیاست کے شعبہ کو اس لیے اختیار کرتا ہے کہ حالات کے مطابق اس میدان میں خدمت زیادہ بہتر طریقہ پر کرسکتا ہے اورلوگوں کو اس کے حقوق دلاسکتا ہے اوراپنے آپ کو اسی کام کے لیے

لگا تا ہے،لیکن اگر یہ کہنے لگے کہ سیاست دین کا مقصود اصلی ہے تو یہ بھی غلط ہے ۔

اور اگر کوئی شخص ملت اسلامیہ کے لیے سیاست کا راستہ اختیار کرتا ہے اور اس کے لیے جد جہد کرتا ہے تو وہ بھی عین دین کا ایک حصہ ہے ۔

بہرصورت! مجھے یہ گمان ہے کہ آج ہم جو کمزور ہیں اور دستور ہند کے مطابق جو حقوق ہمیں ملنے چاہیے تھی وہ ہمیں نہیں مل پائی ۔وہ اس لئے کہ ہم سیاست سے کوسوں دور ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ہم سیاست کے سین (س) سے بھی واقف نہیں، اور اس کا مکمل فائدہ ایوان میں بیٹھے اسلام مخالف حضرات بخوبی اٹھا رہے ہیں،لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم شعبہ سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، اور جو موجودہ گندی سیاست ہے اس کو اسلامی سیاست سے تبدیل کریں اور شریعت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالیں، شرعی سیاست سے باطل طاقتوں کے سینوں پر داغِ شکست دے ڈالیں ۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: 22/ اگست/ 2022)

موجودہ سیاست: اسلام اور اہل اسلام (قسط دوم)

سیاست کرو: چین کی زندگی جینے کے لئے ایک مضبوط لائحہ عمل تیار کرنی ہی پڑے گی اگر ہم نے اس میں کوتاہی برتی تو ہماری حالت ویسی ہی ہوجائے گی کہ لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی، یاد رہے دین کو صرف نماز، روزہ کی حد تک محدود سمجھ کر دوسرے شعبوں سے بالکل غفلت اختیار کرنا بھی بہت بڑی غلطی ہے، دین کے بہت سارے شعبے ہیں، جن میں سیاست بھی ایک اہم شعبہ ہے۔

نیز جب ملک میں ووٹ اور جمہوری حق کے استعمال کرنے، پارلیامنٹ میں اپنا نمائندہ بھیجنے کا موقع مل رہا ہے تو ہم پیچھے کیوں؟؟؟ ہمارے نمائندگان اسمبلی یا پارلیامنٹ میں پہونچنے سے ہماری آواز بن کر ہمارے خلاف اٹھنے والا ہر فتنہ دم شکستہ ہوگا اور قانون سازی کرنے والے بھیڑیے بھی منہ کی کھائیں گے، اس کے لئے سب سے پہلے ہم کو حد سے زیادہ چوکنا بھی رہنا ہوگا۔

خبردار سیکولرزم لبرلزم:

(1) ہمارے اس دور کے سامنے اصل مسئلہ یہ ہے کہ سیکولرزم کا چولا لوگوں کو پہنہ کر دھوکے میں رکھا جارہا ہے اور مملکت کے تمام باشندوں کو فرقہ وارانہ طاقتوں سے ڈرادھمکا کر مسلم کمیونیٹی کو سائڈ لائن کر کے اپنی ووٹ بینک قائم رکھنا چاہتی ہے۔

اور اسی طرح مسلمانوں کی حالات پسماندگی کی طرف چلا جارہا ہے، اب تو حالات اتنے بگڑ گئے ہیں کہ طرح طرح کی پابندیاں عائد کر کے خوف وہراس پیدا کر رہیں ہیں، کبھی مبلیلیچنگ کی دھمکی، کبھی مساجد پر حملے اور کبھی مدارس پر غلط الزامات، یہ سب چیزیں ہو رہی ہے ہیں جس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت نازک دور میں داخل ہو چکی ہے۔

اور ہم ہیں کہ ابھی تک خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں بلکہ لگتا ہے کہ آسام کے مسلمانوں کی حالت

سے ہم بے خبر ہیں جہاں خود اپنے ملک میں رہتے ہوئے ان کو ملک بدر کرنے کا ڈر ستا رہا ہے اور ہم برما کے حالات سے بھی سبق نہیں لے رہے ہیں جہاں پہلے مسلمانوں سے ووٹ دینے کا اختیار چھینا گیا اور بعد میں مسلمانوں کو چن چن کر مار کاٹا گیا اور ملک بدر کر دیا گیا، آج جس کو دنیا روہنگیا مسلم کے نام سے جانتی ہے۔

(2) بی جے پی یعنی آر ایس ایس کا اصل مقصد ہندوستانی سیکولرزم ختم کر کے ہندوتوا قوانین نافذ کرنا ہے جو کہ سیکولرزم قوانین سے بھی خطرناک ہے، بالخصوص انکی غلاظت یہ ہے کہ مسلمانوں کی شہریت منسوخ کر دیا جائے اور غلام بنا کر کیمپوں میں طرح طرح کی اذیتیں دی جائے۔ (اللہ خیر کرے)

معلوم ہونا چاہیے کہ ہندوتوا دراصل سیکولرزم ہی ہے مگر اسے سخت سیکولرزم (یعنی کمیونزم) کہا جائے گا، بظاہر تو یہ ہندوؤں کا خیر خواہ ہیں مگر ان کی ہندو مذھب سے دور دور تک کا تعلق نہیں۔

ثابت ہوا کہ یہ بھی تحریکِ الحاد کی ایک شاخ ہے جو مذھب کا چولا پہنا ہوا ہے اسی طرح اسلامی ریاستوں کا یہی حال ہے بظاہر اسلامی حکومت نظر تو آتی ہے مگر اندر سے سیکولرزم کی جامہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں مثلاً پڑوسی ملک پاکستان، یہاں آئے دن عاشقانِ نبی ﷺ کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کے برعکس سیکولرزم ذہین رکھنے والوں کو ریاستی پروڈکشن دی جاتی ہے۔

(3) دُنیا میں سیکولرزم نظام کو قائم رکھنے کے لیے یہ لوگ کچھ ایسے ترکیبات نکالی ہے کہ جس سے انسان جلد متاثر ہو، جب کہ وہ عظیم دھوکہ ہی ہوتا ہے یعنی ایک تیر سے دو نشانی، عوام کو یہ امید اور یقین دلائی جاتی ہے کے معاشرتی، معاشی اور مذہبی ظلم و جبر سے نجات پانے کے لیے ہماری دی ہوئی ہدایات کو فالو کریں اور لوگ مجموعی طور پر مستقبل کی فلاح و بہبود سمجھتے ہوئے ان کے ہدایات پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور بہت حد تک یہ سیکولرزم نظام لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں، بالآخر اسی طرح یہ سیکولرزم نظام چلتا رہتا ہے، اب لمحہ فکریہ ہے کہ اس سے نجات کس طرح ملے گی؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ہمیں میدانِ سیاست میں حصہ لینے ہونگے، تبھی اس سے نجات مل پائے گی۔

(4) یہ ذہن نشین کرلیں کہ سیکولرزم پارٹیوں کی اقتدار سے مسلمانوں کے حالات پر کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا جیسا کہ سابقہ حالات گزرگئی مگر ہاں بی جے پی جب تک اقتدار میں ہونگے مسلمانوں پر ظلم وتشدّد سرعام ہوتا رہے گا، اور یہ بھی قابل غور ہے کہ سیکولر اور کمیونل پارٹیاں ڈرا کر یہ کوششیں کرتی ہے کہ کسی بھی طرح مسلمان آپس میں متحد نہ ہو۔

(5) ہمارے دماغ میں یہ بات بٹھادی گئی ہے کہ اگر ملک کا مسلمان اپنی قیادت کے لئے مسلم پارٹیاں کو انتخاب کرتے ہیں تو ملک میں فساد پیدا ہوگا، یہی سیکولرزم ہے یعنی ہمیشہ غلام بنائے رکھنے کا اِن کی کوششیں رہتی ہے، اس کا مطلب صاف ہے کہ ملک کا مسلمان غیروں کی قیادت کرے اور ان کے پیچھے پیچھے غلامی کی ثبوت دیتے رہیں، پھر بھی مسلم برادران سیکولرزم کی قیادت کرنے پر مجبور، آخر کیوں، حاصل کیا ہے ؟ غلامی، ظلم وستم، سیاست سے بے دخل، (CAA NRC) کا ڈر، جان کا خوف وغیرہ اور سیکولرزم کا مجموعی طور پر یہی مفہوم نکلتا ہے۔

نوٹ: یہ واضح رہے، سیکولرزم کے دعووں کے برخلاف ملک کا مسلمان کسی دوسرے کے مفادات، جائز مطالبات اور ان کی ترقی کی مخالفت ہرگز نہیں کرتا بلکہ اپنے اور ملک کے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنی سیاسی قیادت کھڑا کرنا چاہتا ہے۔

نیز یہ بھی واضح رہے! عملی میدان میں لفظ سیاست اور قیادت میں بہت بڑا فرق ہے، بھلے ہی لغوی طور پر لفظِ سیاست کے معنی قیادت کرنا ہو مگر عملی طور پر موجودہ سیاست کے معنیٰ کچھ اور ہے، دیکھا جائے تو آج کی سیاست بیوقوف بنانے کا ایک فن ہے یعنی وعدہ کرو اور بھول جاؤ جو کہ اسلامی اُصولِ سیاست کے برخلاف ہے۔

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی
(بانی الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن، آبادپور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)
(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔ یوپی، شائع کردہ: 23/ اگست/ 2022)

موجودہ سیاست: اسلام اور اہل اسلام (قسط سوم)

کس کو ووٹ دیں اور کس کو نہیں:

ابھی سابقہ قسط میں ہمارے ملک ہندوستان کی سیاسی ماحول دیکھ کر سیکولر پارٹیوں کا ذکر ملاحظہ کر لیا ہو گا اُس میں ایک نکتہ پیش نظر یہ کہ بی جے پی کو ہرگز ووٹ نہ دی جائے اس حوالے سے حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ القوی نے تفصیلی وضاحت کی ہیں اور سیکولر پارٹیوں کو بھی بے نقاب کر کے مسلمانان ہند کی رہنمائی فرمائی ہے، ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں: ان دنوں ہمارے شہر بکارو اسٹیل سٹی میں کچھ مسلم عوام وعلماء میں سے بی جے پی کو ووٹ دلانے دینے اور اس پارٹی کی مکمل رکنیت حاصل کر کے بھارتی جنتا پارٹی کی وکالت کرنے والوں کو کافر ومرتد اور خارج اسلام ہونے کا فتوی دے چکے ہیں۔ ان سب کی دلیل یہ ہیں۔ (الف) بھارتی جنتا پارٹی ہندو راج قائم کرنا چاہتی ہے۔ (ب) مسلم پرسنل لا میں ترمیم کر کے یکتا سول کوڈ کے نفاذ کے لیے کوشاں ہے۔ (ج) مساجد وعید گاہ کو مندروں میں تبدیل کرنا چاہتی ہے۔ جس کی کھلی شہادت بابری مسجد کی شہادت ہے۔

(د) بھارتی جنتا پارٹی ہندو راج قائم کر کے آر ایس ایس کی تعلیمات کو فروغ دینا چاہتی ہے۔ آر ایس ایس کی تعلیمات ومقاصد مسلمانوں کا شدھی کرنا، اسلام کو نیست ونابود کرنا، اور بندے ماترم کہلوانا ہے اور ہندو دھرم میں مسلمانوں کو شامل کرنا ہے۔ جب کہ یہ سارے معاملات جمہوریت کے منافی ہیں اور اسلام کی توہین ہے اور توہین اسلام کفر ہے اس لیے بھارتی جنتا پارٹی میں شامل مسلمان اور اس کو ووٹ دلانے والے خارج اسلام ہیں کیوں کہ ووٹ دینا اور دلانا اور اس پارٹی کی رکنیت حاصل کرنا کفر کی مدد ہے۔ اور مدد کفر، کفر ہے۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ مفصل جواب کے ساتھ یہ بھی واضح فرمادیں کہ مذکورہ وجوہات کی وجہ سے کفر کا فتوی

دینا جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں، اور اگر ہاں تو پھر کیا ان کے ساتھ کافروں ہی جیسا سلوک کیا جائے؟

الجواب: بی جے پی کے بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے اس لیے اگر کوئی مسلمان بی جے پی کی ان دفعات کو جاننے کے بعد اس نیت سے بی جے پی کی حمایت کرے یا اس کی پارٹی میں شریک ہو یا اسے ووٹ دے تو یقیناوہ کافر و مرتد ہے۔ لیکن عام طور پر مسلمان ووٹ اپنے ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لیے دیا کرتے ہیں۔ ان کا مقصود پارٹی کی اغراض و مقاصد حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً ملازمت، کوئی لائسنس یا کسی مقدمہ میں براءت وغیرہ یا یہ کہ کچھ پیسے مل جائیں گے۔ اس لیے بھاجپا کے ہر ووٹ دینے والے کو کافر و مرتد کہنا صحیح نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ حرام اشد حرام فسق بدترین فسق اور مسلمانوں سے غداری ضرور ہے۔ اگر پارٹیوں کے منشور کو دیکھا جائے تو از روئے شرع کسی پارٹی کو ووٹ دینا جائز نہ ہوگا، کانگریس کیا کم ہے؟ بابری مسجد کا نزاع اور پھر اس کی شہادت کی ساری ذمہ داری کانگریس کے سر ہے۔ مسلمانوں کی دشمنی میں کانگریس نے کوئی کمی نہیں کی ہے۔ جس وقت کانگریس کو حکومت ملی تھی اس وقت کی بہ نسبت آج مسلمان کتنے پسماندہ ہو چکے ہیں، کتنے پیچھے ڈھکیل دیئے گئے ہیں، یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور تقریبا تمام پارٹیوں کا یہی حال ہے کہ الیکشن کے وقت لمبے لمبے وعدے کرتے ہیں اور بعد میں مسلمان کی طرف دیکھتے نہیں۔ کوئی مسلمان فریاد لے کر جائے تو سنتے نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد 2، ص 364، 365)

اس وقت اہلسنت کا سیاسی کردار:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں اس وقت جس طرح کی سیاسی رنگ ہے اس سے تو باز رہنا ہی بہتر سمجھا جائے گا مگر چونکہ ایک شہریت کے ناطے فرض ہے کہ حالات کے پیش نظر سیاسی کڑیاں کو باریکی سے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہندوستان ایک سیکولرزم ملک ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم بھائی چارے کی روایت کو آگے بڑھایا ہے اس میں سب کو برابری کی شہریت حاصل ہے مگر وقت کے جابر حکمرانوں نے یہاں کئی مسائل کھڑا کر دیے ہیں جس سے مسلم اور غیر مسلم میں ایک فاصلہ قائم ہوگئی ہے ابھی تو صورتِ حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنتے جارہے ہیں، موب لینچنگ جیسی گھٹنائیں متعدد جگہوں میں انجام دی جارہی ہے اور سر بازار سیکولرزم جیسی تہذیب کی گلا گھوٹے جارہے ہیں مگر ہاں! یہ معلوم ہے کہ سیکولرزم ایک دھوکا ہے اور یہ صرف مسلمانوں پر ظلم وتشدّد ہے۔

یاد رہے یہاں کئی طرح کی پریشانیاں سے ہم دو چار ضرور ہیں اور اس پر افسوس بھی ہے مگر اُس سے زیادہ افسوس اس بات کی ہے کہ ہم اہلسنت والجماعت کی سیاسی کردار اس وقت دور دور تک نظر نہیں آتا، اس کے برعکس بد مذھب (دیوبندی وہابی، شیعہ وغیرہ) بڑی تیزی کے ساتھ اپنی سیاسی سرگرمیاں بڑھا رہے ہیں۔

وقت کے حکمرانوں سے ڈٹ کر اپنی بات کو منوانے کی صلاحیت پیدا کر لی ہے اور اپنے بچّوں کو سیاست کی تعلیمات سے روشناس کرا رہے ہیں اور اس بات کو نہ بھولیں کہ وہ بنام مسلم اہلِ اسلام کی قیادت کر رہے ہیں جو عوام اہلِ سنت میں بدمذہبیت بڑھ سکتی ہے بلکہ بڑھ رہے ہیں اور اگر کل کو وہ اپنے عقیدے کے مطابق حکومتوں سے سانٹھ گانٹھ کر کے عقیدہ اہلِ سنت کے خلاف کوئی قانون بنا کر نافذ کر دے تو اس کا ذمے دار کون ہوگا؟

یہ سوال اس لیے کرنا پڑ رہا ہے اور اس کی زوالیت کیا ہوسکتی ہے اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جب اندرا گاندھی نے پورے ملک میں ایمرجنسی نافذ کی جس میں کئی مسائل مسلمانوں کے خلاف پیدا کیے گئے نتیجتاً اُس وقت دو بڑے مسائل وجود میں آئی ایک نسبندی اور دوسرا شدھیکرن۔

اس میں یہ ہوا کہ سارے بدمذھب حکومت کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے اور نسبندی جیسی حرام کام کو یہ بد

مذھب جائز قرار دیا، معاذ اللہ لیکن تاجدار اہلِ سنت حضور مفتیِ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کی یہ شان کہ جنہوں نے آنکھ میں آنکھ ڈال کر حکومت ہند کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا اور نسبندی جیسی تحریک کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا اسی طرح شدھیکرن تحریک کو بھی مسمار کر رکھ دیا۔

اور اُس وقت شہنشاہِ اڑیسہ حضور مجاہد ملّت قدس سرہ اور مردِ انقلاب علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہم الرحمۃ جیسی شخصیات سیاست میں بڑی قدر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ سیاسی طور پر نسبندی ہو یا شدھیکرن کا تحریک نیست و نابود ہو گیا بالآخر ان ہستیوں کے وصال کے بعد اب تک اہلسنت و جماعت کا سیاسی میدان بالکل خالی ہے۔

اے کاش! ایک ایسا دور بھی آئے جس میں علمائے اہلسنت یا اہلسنت کے نمائندگان کی بھاری اکثریت الیکشن جیت کر اسمبلی میں اپنی جگہ بنائے، اور قوم وملّت کی فلاح و بہبودی کے لیے عمل پیرا رہے، مگر ایسا ممکن نہیں وہ اسی لیے کہ ووٹر کے لحاظ سے ملک ہندوستان میں بھاری اکثریت غیر مسلموں کی ہے وہیں جب ہند کے الگ الگ ریاستوں کی بات کی جائے تو یہاں پر ہونے والے پنچایتی الیکشن وغیرہ میں اہلِ سنت و جماعت کی نمائندگان بھاری اکثریت ثابت ہو سکتی ہیں مگر یہاں پر بھی ناکام۔

اس ناکامی کی تین بنیادی وجوہات ہیں:

(1) اہلسنت کا کوئی بھی عالم دین یا نمائندہ الیکشن لڑنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو عوام اہلسنت اسے اچھا نہیں سمجھتے، ان سے محبت کے ساتھ پیش نہیں آتے اور نہ ہی ان کے اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں۔

(2) اہلسنت و جماعت کا کوئی نمائندہ الیکشن لڑنے کھڑا ہوتا ہے تو عوام اہلسنت اس کو اپنے ووٹوں سے مضبوط نہیں کرتے بلکہ الیکشن والے دن غیر کو ووٹ دے کر آتے ہیں یا اپنے گھر سے ووٹ ڈالنے کے لئے نکلتے ہی نہیں۔

(3) اہلسنت و جماعت کے نمائندہ لوگ انفرادی طور پر الیکشن لڑتے ہیں، ایک منظم اور متحد جماعت

ہو کرالیکشن نہیں لڑتے۔

ہماری انہی غلطیوں کی وجہ سے آج تک ملک میں بڑے لیول پر کوئی ہمارا نمائندہ نظر نہیں آیا اور یہی وجہ ہے کہ آج اہلسنت و جماعت کو مدارس، دارالعلوم، جلسوں، اجتماعات، جلوس اور دیگر معاملات کے لئے بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ بھیک مانگنی پڑتی ہے۔آج ایوانوں میں ہماری کوئی سنوائی نہیں ہے۔اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمارے پاس سیاسی وقت نہیں۔ضرورت اس امر کی تھی کہ ہم اس طرف توجہ دیتے، اہلسنت و جماعت کی ایک سیاسی پلیٹ فارم معرض وجود میں آتی، بدمذہبوں سے اتحاد کے بجائے اپنوں سے اتحاد قائم کرتے وغیرہ۔بہر حال! اس موقع پر ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: 23/ اگست/2022)

موجودہ سیاست: اسلام اور اہل اسلام (قسط چہارم)

علاج اور ہدایات

موجودہ حکومت درحقیقت ایک بیمار اور ناتواں ذہنیت سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں اور اسی میں سیکولر پارٹیاں بھی اپنی زہر باشندگانِ ہند کے دل و دماغ میں بھر رہے ہیں، جس سے سیاسی رنگ روسیاہ ہوہوتے جارہے ہیں اب ہماری ذمّے دار ہے کہ اس سیاہ کو اسلامی سیاست کا حصہ نہ بنائیں، بلکہ اسلامی تدبیر و اُصول سے سیاست کرنے کی اصل مقصد ثابت کریں۔

(1) ریاست ہند میں ہمارا مناسب علاج یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پریشر گروپ ہوتا کہ حکومت سے صحیح مطالبہ کرسکیں اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی بوقت ثبوت پیش کریں کہ یہ دور ڈیجیٹلائزیشن کا دور ہے، ہشیار رہیں۔

ازالہ:

پریشر گروپ کا مقصد اقتدار اور حکومت کا حصول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد حکومت سے باہر رہ کر حکومت پر دباؤ ڈالنا ہوتا ہے کہ ہمارا فلاں مطالبہ منظور کرو، یا ہماری پالیسی کو اپنی پالیسی کا حصہ بناؤ وغیرہ۔ مثلاً ہمارے (رضا اکیڈمی ممبئی) ہندوستان میں مثالی پریشر گروپ ہیں، ان کے بانی اسیر حضور مفتیِ اعظم الحاج محمد سعید نوری دام ظلہ علینا کو اللہ جل وعلا عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین

(2) ریاست ہند میں سیاست کرنے کے ساتھ ایمان وعقیدہ بھی محفوظ رہے، یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم مشترک گروپ سے اپنا رابطہ قائم رکھیں ورنہ سیاست کے نام پر بدمذھب ایمان کی سودا نہ کرلیں کہ یہ دور پُرفتن کے گرد و غبار سے ہمارا معاشرہ متاثر ہیں، بروقت محتاط رہیں۔

ازالہ:

مشترک گروپ یعنی وہ جماعت جو مشترک مفاد اور مقصد حاصل کرنے کے لیے وجود میں لائی گئی ہو،

مثلا خاص پیشے کے لوگ اپنے حقوق کے تحفظ یا امداد باہمی کے لیے کوئی جماعت بنالیں، اس جماعت کا اقتدار یا حکومت حاصل کرنا نہیں ہوتا، بلکہ وہ جماعت غیر سیاسی مقصد کے لیے بنائی جاتی ہے، علم سیاست کے اصطلاح میں ایسی جماعت کو (انٹرسٹ گروپ) یا (مشترکہ گروپ) کہا جاتا ہے۔ مثلاً دعوتِ اسلامی، سنی دعوتِ اسلامی اور بالخصوص سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی قائم کی ہوئی عالمگیر تحریک (جماعت رضائے مصطفی) مشترکہ گروپ ہیں، اس جماعت سے عوام اہلِ سنت کو زیادہ سے زیادہ جوڑیں اور اپنی ایمان وعقیدہ کی تحفظ کریں۔

(3) کوشش رہے کہ اہلِ سنت سے سیاسی لیڈران زیادہ سے زیادہ تیار ہوں اور اس کے لیے سیاست کرنے کی ٹریننگ وغیرہ دلوائی جائے، یہی وجہ ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ نے (ایک سیاسی جماعت 1911 عیسوی میں) قیام عمل لایا، جس کا نام (جماعت انصار الاسلام) ہے اور اس کے ذریعے اسلامی سیاست کرنے کی تعلیم دی جاتی رہی مگر افسوس اس وقت ایسا کچھ نہیں ہو رہا ہے۔

(4) موجودہ صورتحال کو سامنے رکھ کر نگاہِ غور کیا تو بات پایۂ ثبوت تک پہنچی کہ بی جے پی، آر ایس ایس اور ان جیسی دیگر پارٹیوں اور تنظیموں کو ووٹ ہرگز نہ دی جائے۔

(5) مسلم لیڈر شپ مضبوط کرنے کے لیے اقلیت کی بھی انسانی حقوق کی بات کی جائے ساتھ ہی حُسنِ اخلاق سے پیش آئیں اور یہ ممکن اُس وقت ہے جب بحیثیتِ مسلم مجموعی طور پر اپنی ذمہ داری سمجھتا ہو۔

(6) اویسی کو لیڈر تسلیم کرنا شاید مجبوری ثابت ہوگی چونکہ ہندوستان میں بنام مسلم لیڈر اس وقت اویسی کے قد کے نہیں ہیں اور وہ مسلمان کے مسائل کو اچھی طرح اسمبلی میں پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ان سب کے باوجود اِن کا فکر (صلح کلیہ ہے) یہ سخت دھیان رکھیں۔

(7) اگر سیاست سلیقے سے کر پاؤ تو ٹھیک اور اگر عقیدے یا نظریات سے ٹکراؤ ہو تو ایسی سیاست کو جوتے کی نوک پر رکھو، یہی تعلیماتِ اسلاف ہے۔

از قلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی
(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیٰحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)
(متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: 23/ اگست/ 2022)

موجودہ سیاست: اسلام اور اہل اسلام (قسط پنجم)

آخری علاج: لمحہ فکر

آج روئے زمین پر سے عدل و انصاف اٹھتا جا رہا ہے۔حکام بالا کے ظلم وستم سے لوگ تنگ آ چکے ہیں جو کوئی نیا حاکم آتا ہے تو ظلم وستم کے نئے انداز ساتھ لے آتا ہے بالخصوص تیرہویں صدی سے جو سیکولرزم کی آندھی چلی اُسی میں کئی مسلم ممالک بھی اس سے متاثر ہوئے اور جہاں آبادی کے لحاظ سے غیر مسلم کی تعداد زیادہ تھی وہاں سیکولرزم کی دستور نافذ ہوگیا جیسے ہمارے ملک ہندوستان میں سیکولرزم کے نام پر مسلمانوں کے ساتھ جو ہو رہا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں،اور اسی طرح دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے ساتھ یہی ظلم وتشدّد مزید بڑھتا ہی جا رہا ہے۔آخر یہ کیوں ہو رہا ہے،وجہ کیا ہے،کب اور کیوں یہ ظالم حکمران مسلط ہوتے ہیں؟ تو آیئے احادیث کریمہ سے ان سوالات کا جواب لیتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تم نیک عمل کرنے کا حکم کیا کرو ورنہ تم پر کسی ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیا جائے گا جو تمہارے چھوٹے پر رحم نہیں کرے گا اور تم میں سے نیک لوگوں دعا مانگیں گے مگر ان کی دعائیں قبول نہ ہوگی وہ مدد طلب کرینگے مگر نہ کی جائے گی اور معافی کی درخواست کرنگے مگر معافی نہ دی جائے گی۔

(بحوالہ: مکاشفۃ القلوب صفحہ 104)

روایت ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہٗ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے میں اللہ ہوں،میرے سوا کوئی معبود نہیں میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں اور بے شک بندے جب میری فرمانبرداری کریں گے تو میں ان کے بادشاہوں کے دل ان پر رحمت و الفت سے بھردوں گا اور جب بندے میری نافرمانی کریں گے تو

ان کے دل ناراضی وسزا کے ساتھ پھیر دوں گا۔کہ وہ انہیں سخت عذاب چکھائیں گےتو تم اپنے کو بادشاہوں پر بد دعا کرنے میں مشغول نہ کرولیکن اپنے کو ذکر وعاجزی میں مشغول کروتا کہ میں تمہیں بادشاہوں سے کفایت کروں۔

(ابونعیم حلیہ میں' (مشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الثالث، ۲/ ۳۴۳، حدیث: ۳۷۲۱)

ایک اور حدیث پاک میں حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من يرد الله به خيراً يصب منه" ((رواه البخاري)).

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کاارادہ فرماتا ہے اسے مصیبت میں مبتلا فرمادیتا ہے۔(ریاض الصالحین)

یعنی مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے بالکل واضح ہے کہ اگر ہمارا کردار غیر اسلامی، لاپرواہی، فرض و واجب کو ترک کرنا وغیرہ صورت اختیار کرلے تو اس وقت ہماری دعا قبول نہیں کی جائے گی، اور بالآخر اللہ تعالیٰ ہماری بھلائی کے لیے کسی ظالم بادشاہ کو مسلّط فرمادیگا۔

نیز جب ہم نے نیکی کا حکم دینے کے بجائے غیبت چغلی شروع کر دیا، برائیوں سے روکنے کے بجائے کسی کے خلاف شازشیں رچا گیا، بھائی بھائی میں دنیاوی مفادات کے لیے جھگڑے فساد ہوا، اور سب سے اہم یہ کہ ہم نے سنّت رسول ﷺ کو چھوڑ دیا تو ہم پر ظالم وجابر حکمران مسلط ہو گئے، ایک ظالم جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر ظالم حاکم مسلط ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ چلا آرہا ہے نہ جانے کب تک یہ ظلم ہوتا رہے گا۔

کبھی مسلم خواتین کے حقوق کے نام پر شریعت پر حملے، کبھی NRC کو آڑھ بنا کر مسلمانوں کی شہریت چھیننے کی دھمکیاں، کبھی فرضی مقدمات کے ذریعہ بے قصور مُسلمانوں کو جیل بھیجنا، تو کبھی ماب لنچنگ کے ذریعہ قتل عام، ان تمام ظلم وتشدد سے مسلمانوں کے عزم وحوصلہ کو مسمار کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر جس کے لیے یہ ساری کائنات وجود میں آئی یعنی ہمارے آقا و مولی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں پر گستاخیاں بر سرِ عام ہونا، یقیناً یہ ہماری افعال و اعمال کی سزا ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ"

ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ (الشوریٰ: ۳۰)

آج ملک ہندوستان میں ہمارے خلاف جو کچھ بھی سازشیں رچ کر جبر و بربریت کی پہاڑ توڑ رہے ہیں اس سے بچنے کا آخری علاج یہ ہے کہ اسی وقت بارگاہِ رب العزت میں ندامت ہو کر گناہوں سے توبہ کریں، خود کی اصلاح کریں، گناہوں سے باز رہے نیکی کی دعوت عام کریں، فرض و واجبات کی پابندی کریں، بھائی بھائی کا جھگڑا چھوڑیں اور ماں باپ کی فرمابردار ہو جائیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی اپنے بندوں کو گناہوں سے توبہ کرنے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی دعوت کو عام کرنے کی تاکید فرماتا ہے:

وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى -وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ- وَ اتَّقُوا اللّٰهَ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ: 5، آیت 2 پارہ 6)

لہذا عقل سے بھی کام لیں اور تنہائی میں بغور اپنی سابقہ افعال و اعمال پر نظر ڈالیں۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اللہ تعالی ہمیں گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے،ہمیں شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، نیز سیاست کرنے کی حکمت و دانش عطا فرمائے،اسلام اور سیاست کے درمیان کے ربط کو سمجھنے کی توفیق و رفیق عطا فرمائے اور اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کی خصوصی وصف بخشے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم:محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن،آباد پور تھانہ(پرمانک ٹولہ)ضلع کٹیہار بہار،الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی،بستی یو پی،شائع کردہ:23/اگست/2022)

موجودہ دور: صلح کلیہ اتحاد، پیغام اور اصلاح

آج کل یہ موضوع بحث بن گیا ہے کہ مسلمانوں پر ہو رہے مظالم کے پیش نظر تمامی کلمہ گو کو ایک ہو جانا چاہئے اُن سے اتحاد میں ہی بھلائی ہے اور بعض حضرات یہ تک کہتے ہیں کہ ہمارے بیچ کوئی اختلاف ہے ہی نہیں اگر ہے تو سب فروعی مسائل پر، نیز کہتے ہیں: اسلام کو فرقہ پرستی سے کیا مطلب؟ ہم سب ایک ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ یہ اُس حدیث کے خلاف کھلا پروپیگنڈہ ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں تہتر فرقے ہونگے، بہتّر ان میں سے جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک" فرقہ" جنت میں جائے گا۔ اس حدیث شریف کا صاف مطلب ہے کہ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلّم نے جنت میں جانے والا قرار دیا ہے وہ ایک ہی" فرقہ" ہے۔

یعنی اگر آپ اس کو حدیث کی روشنی میں دیکھیں تو یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلّم کی بات کے مخالف ہے کہ سب ایک ہو جاؤ، فرقہ بازی چھوڑو میرا تعلق کسی فرقہ سے نہیں، میں تو صرف مسلمان ہوں۔ العیاذ باللہ یہ حقیقت میں منافقت ہے اور جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں وہ منافق تقیہ باز وہابی دیوبندی یا صلح کلی ہے کہ اپنی کفریہ عقائد کو چھپانے کی مکمل فراق میں ہے، نیز اس طرح کی باتیں کہہ کر وہابیہ اور اُن کے ایجنٹوں کی اہل سنت و جماعت میں شامل ہونے کا ایک نیا بہانہ ہے۔

نیز اس طرح کی باتیں کہہ کر قرآنی تعلیمات کے خلاف کھلا پروپیگنڈہ کرنا ہے اللہ جلّ جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ-۱)

ترجمہ: اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔

بہر کیف! قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین، ائمہ دین ومجتہدین، وتمامی بزرگان دین کے معمولات سے

یہ ثابت ہے کہ گستاخان خدا و رسول سے اتحاد کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے ان کا ترک اور گستاخ نیز کفار (چاہے وہ وہابیہ دیابنہ ہوں یا کوئی صلح کلی) اُن سے اتحاد ناجائز و حرام۔

ایک ضروری ازالہ:

ربّ العالمین کا فرمان عالی شان ہے: ترجمہ: تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو، اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے، آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ مائدہ:3)

فائدہ: اللہ رب العزت کے اس فرمان عالی شان نے ہم پر اور آپ پر بصراحت اس حکم کو واضح کر دیا کہ اے مسلمانوں ہم نے تمہارے لئے مردار، خون، شراب وخنزیر وغیرہ کو حرام فرما دیا ھے لیکن اگر کوئی ایسی صورت حال آن پڑے کہ سوائے ان حرام چیزوں کے تمھارے پاس کھانے کو کچھ نہ ھو اور بنا کھائے زندہ رہنا ممکن نہ ہو تو اللہ رب العزت نے بقدر جان بچانے کے حلال فرما دیا لیکن ساتھ یہ بھی تنبیہہ فرمائی کہ بغاوت و حد سے تجاوز کرنے والا نہ ھو۔

جیسا کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ القوی اُس کے تحت لکھتے ہیں: یعنی اگر کسی مسلمان کو حلال چیز میسر نہ آئے اور بھوک پیاس سے جان پر بن جائے تو وہ جان بچانے کی بقدر حرام چیز کھا پی سکتا ہے۔ بشرطیکہ گناہ نہ کرے، یعنی زیادہ نہ کھائے۔ (نور العرفان)

فائدہ دوم: مطلب صاف ہے اگر بھوک سے جان جانے کا خطرہ ہو اور فقط اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہی

دستیاب ہوں تو ان کو کھا کے جان بچانا فرض ہے لیکن صرف اتنا کھائے کہ جس سے جان بچ سکے اور اگر ایمان بچانے کیلئے جان کی بازی لگانی پڑے تو اس کے دو پہلو ہیں۔

(۱) اگر ایمان بچانے کیلئے جان دینی پڑے تو جان دے کے ایمان بچانا اس میں عزیمت ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص اپنی جان بچانا چاہے جبکہ کفار ومشرکین اسے اسلام وصاحب اسلام کے خلاف بولنے پر مجبور کریں جان کی بخشش کیلئے تو اسلام میں یہ وسعت ہے کہ وہ کفار کے ذریعہ کہے گئے کلمات کا اعادہ کرسکتا ہے ہاں لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں جان بچانے کی فقط رخصت واجازت ہے نہ کہ فرض۔

الحاصل: مسلمانانِ اہلسنت' کا دیوبندی وہابی رافضی وغیرہم سے دوستی کبھی نہیں ہوسکتے، وہابیہ دیابنہ اپنی گستاخیوں کے سبب اہل سنت کے نزدیک مردار خنزیر وشراب وغیرہ سے زیادہ بدبودار ناپسندیدہ ومکروہ ہیں اب اگر ایسے ناگفتہ بہ حالات درپیش ہوں کہ ان سے میل ملاپ کے بغیر جانوں پہ بن آئے یا اور کوئی ضرورت درپیش ہو تو مذکورہ بالا نکات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اتحاد کرنے کی رخصت ہے۔

تنبیہ: مگر پھر تنبیہ اُن گستاخوں سے میل ملاپ واتحاد کی بات نہ کرنا ہی کمال ایمان ہے اگرچہ شرع نے جان کی حفاظت کیلئے اسے جائز رکھا ہے اور عام طور پر وہابیہ دیابنہ یا مطلقا ہر کلمہ گو سے اتحاد کی بات بے سود ہے کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ بعد اظہار نفاق اہل ایمان نے منافقین کو ساتھ رکھ کے جنگیں نہیں لڑی ہیں۔

نیز علماء اہلسنت نے تمامی گستاخان خدا ورسول سے علیحدگی وبیزاری کو ہی لازم جانا اور اس پہ خود بھی عامل رہے اور عوام اہلسنت کو اسی کی تاکید فرمائی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ کسی سنی عالم نے کبھی ان سے اتحاد کیا تو وہ بھی محض صورت ناپسندیدگی کیساتھ ہوگا اور ان علماء نے ان کی معیت واتحاد کو پردہ خفا میں رکھا ہوگا ڈھنڈورا نہیں پیٹا ہوگا کیونکہ ایک عاشق رسول کا اتحاد گستاخ رسول کیساتھ قابل شرم وعار ہے۔

پیغام: آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اہلسنت آپس میں متحد ہوں نہ کہ گستاخان خدا ورسول سے اتحاد کریں اگر انہیں اتحاد کی ضرورت ہے تو گستاخیوں کے طوق کو گردن سے نکال کے آئیں ہم اتحاد کیلئے تیار

ہیں اور یہ میرا ایمان ہے کہ اگر اہل سنت کے ہی مابین اتحاد ہو جائے تو یہ بد بخت خود دوڑے آئیں گے کہ ہمیں بھی ساتھ لے لو کیونکہ اگر ہم سب نے مل کے دنیا کو یہ باور کرا لیا کہ یہ (وہابیہ دیابنہ) سچے مسلمان نہیں تو ان کا چہرہ ہی اتنا مکروہ ہے کہ پوری دنیا انہیں دھتکار دے گی کیونکہ اب تک جتنے بھی بنام مسلم دہشت گرد پکڑے گئے ہیں وہ سب انہیں کی صورت میں اور یہی تھے کچھ اہلسنت کے نورانی چہروں کے سائے میں یہ اپنا مکروہ چہرہ اب تک چھپائے رہے ورنہ اگر بنام مسلم انہیں کا چہرہ صرف ہوتا تو جس درجہ آج اسلام کو مقبولیت حاصل ہے وہ نہ ہوتی۔

الحمدللہ ہمیں ان گستاخوں کی نہ کل ضرورت تھی نہ آج ہے اور نہ ان شاء اللہ کل پڑے گی، غرض ہمیں کافی ہے بس نعرہ یارسول اللہ غلام ہیں غلام ہیں رسول کے غلام ہیں غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے جو نہ ہو عشق مصطفےٰ تو زندگی فضول ہے۔

اور آخر میں ؎

دُشمن احمد پہ شدّت کیجیے
مُلحِدوں کی کیا مُروَّت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دِینوں کے دل
"یارسول اللہ" کی کثرت کیجیے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جلائے، اُن کے دشمنوں سے دُشمنی رکھنی کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص وھابی دیوبندی رافضی (صلح کلیہ اتحاد) سے بچائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی
(بانی الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)
(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی یوپی شائع کردہ: 25/اگست/2022)

کھیل کود مسلم قوم اور اصلاح

دورحاضر میں کھیل کود معاشرے کا ایک اہم جز بن چکا ہے، جسے اب صرف کھیل کود نہیں بلکہ ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل ہے۔آج معاشرے میں قسم قسم کے کھیل رائج ہیں جسے لوگ سیر وتفریح اور دلچسپی کا ذریعہ تصور کرتے ہیں، کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے کھیل کود کو اپنا نصب العین اور مقصد زندگی بنالیا ہے۔

اس سلسلہ میں بالخصوص کرکٹ جس کا جنون اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ نوجوانوں کی غالب اکثریت اپنی زندگی کے قیمتی اوقات اور اصل سرمایہ اسی میں ضائع کرتی جارہی ہے، انہیں سود وزیاں کا کوئی احساس نہیں، نفع ونقصان کا کوئی شعور نہیں، روشن مستقبل کے لیے کوئی تیاری نہیں کچھ افراد ریڈیو پر کمنٹری سننے میں مصروف ہیں، کچھ اپنے موبائل پر کرکٹ اسکور کا ایس ایم ایس جاری کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور بعض توٹی وی پر لائیو کرکٹ میچ دیکھنے کو بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔

حالاں کہ یہ بے شمار مُنکَرات ومفاسد اور برائیوں پر مشتمل ہے (۱) نیم عُریاں عورتوں کا اسکرین پر دکھائی دینا۔(۲) اُس میں مشغولیت کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت یا قضا ہوجانا۔(۳) ملازمین کے فرائض وواجبات میں کوتاہی وخلل کا واقع ہونا۔(۴) مدارس، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں طلبا کی تعلیم کا متأثر ہونا۔(۵) نیز مدارس ومساجد جو پڑھنے لکھنے اور عبادت کی جگہیں ہیں، اُن میں اِسی عنوان پر گُفت وشُنید، بحث ومُباحثہ اور تذکرہ وتبصرہ کا ہونا وغیرہ یہ سب ناجائز اُمور ہیں۔

اور ہرایسا کھیل کھیلنا و دیکھنا، جو انسان کو اُس پر واجب حقوق (خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد) سے غافل کردے، یا منکرات ومنہیاتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں، ناجائز وحرام ہے۔

اصلاح:

شریعت میں صرف تین کھیل کے علاوہ تمام کھیل کو جسے صرف بطور کھیل کھیلا یا دیکھا جائے ناجائز و

حرام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملاعبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے (یعنی مسلمان کے لئے سوائے تین کے باقی ہر کھیل حرام اور ممنوع ہے اور جو تین کھیل مباح ہیں وہ یہ ہیں خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا دل لگی کرنا، اپنے گھوڑے سے کھیلنا اس کی تربیت اور سکھلائی کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا۔

اسی حدیث کی روشنی میں دور حاضر کے تمام کھیل (کرکٹ، فٹ بال، ہاکی وغیرہ) کے متعلق حضرتِ بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں: کھیل کی غرض سے جو افعال کیے جائیں شریعت میں حرام و ناجائز ہیں، بالخصوص آج کل کا کرکٹ کا کھیل جو بے شمار برائیوں کا ذریعہ ہے، اس کھیل کے عادیوں کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے، چاہے کھیلنے والے ہوں یا دیکھنے والے ہوں۔

(فتاویٰ بحر العلوم، ج5،ص579)

ازالہ: کیوں کہ آج کچھ پڑھا لکھا جاہل مولوی ایسے کھیل کے عادی ہیں کچھ دیکھنے میں اور کچھ کھیلنے میں لہٰذا اُن کے پیچھے نماز ناجائز و مکروہ۔

ازالہ دوم: ہاں! کشتی کھیلنے کے متعلق اہل شرع فرماتے ہیں کہ اگر صرف کھیل کود کی غرض سے نہ کھیلے بلکہ اس نیت سے کہ اس کے ذریعے طاقت وقوت میں اضافہ ہو اور مخالفین اسلام سے مقابلہ کرنے میں مددگار ثابت ہو تو جائز ہے، جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: حدیث میں باہم کشتی کرنے کی اجازت موجود ہے یعنی جنگ و جہاد کے لئے قوت حاصل کرنے کے لیے نہ کہ کھیل کود کے لیے کیونکہ محض کھیل کود تو مکروہ ہے نیز اسی کے آگے درمختار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: درمختار میں ہے

کہ باہم کشتی کرنا بدعت نہیں مگر یہ کہ محض کھیل کود کے لئے نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ: ج23،ص279 ملخصاً)

تنبیہ: کرکٹ کھیلنا، کھلانا، میدان یا ٹی وی پر دیکھنا دکھانا، نیز ریڈیو پر اس کی کمنٹری سننا سنانا، اسی طرح موبائل پر کرکٹ اسکور کا ایس ایم ایس منگوانا، اور اس پر بحث ومباحثہ کرنا، یہ سب معصیت اور گناہ ہے اور شرعاً ناجائز وحرام۔ لہٰذا بہ حیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے اور ہم اس بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں کہ اسلام میں کھیل کی حیثیت کیا ہے، اس کے جواز کے کیا اصول ہیں، کس قسم کا کھیل اسلام میں جائز ہے اور کون کون سے کھیل ناجائز ہیں؟؟

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت مطہرہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، سچی بات کہنے لکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے نیز جو ایسے کھیل کے عادی ہیں اُنہیں عقلِ سلیم اور فہم مستقیم عطا فرمائے اور اعتدال کے ساتھ زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی شائع کردہ: 25/اگست/2022)

علیمی فخر سے لکھو: دعوتِ فکر

دینی مدارس کی عظمت واہمیت کو ہر باشعور انسان سمجھتا ہے، اور جن کو اللہ نے عقل سلیم اور فہم صحیح کی دولت سے نوازا ہے وہ ان مدارس کی عزت وقدر بھی کرتے ہیں اور ان کے وجود کو ایک عظیم نعمت تصور کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان مدارس نے برصغیر میں بالخصوص دین اسلام کی حفاظت میں بڑا قابل قدر کردار ادا کیا اور تعلیمات اسلامی کی اشاعت میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

دنیا کے ہنگاموں میں خاموش لیکن ٹھوس انداز میں یہ مدارس خدمت دین میں نہایت یکسوئی کے ساتھ مصروف ہیں، معاشرہ کی بنیادی دینی ضرورتوں کی تکمیل اور صالح معاشرہ کی تشکیل میں شب و روز لگے ہوئے ہیں۔

سرد وگرم حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے، شیریں وتلخ مرحلوں سے گزرتے ہوئے، موج بلاخیز کے تیز وتند تھپیڑوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اور باد مخالف کے سامنے سینہ سپر ہوتے ہوئے انسانیت کی تعمیر، افراد کی تیاری اور تحفظ دین کے لیے ہمہ وقت مصروف ہیں۔ انہیں میں ایک چمکتا ہوا نام دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی سرفہرست ہے۔

چنانچہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ہندوستان کی ایک ایسی عظیم دینی درسگاہ ہیں، جنکی تعلیم کا سکہ ملک کے خطے خطے میں لوہا منوا رہا ہے، الحمدللہ یہ ادارہ ہر اعتبار اور ہر جہت سے اعلیٰ کردار ادا کر رہی ہے، خواہ وہ تعلیم کے حوالے سے ہو یا پھر تدریس وتبلیغ کے حوالے سے ہو، ہر زاویے سے آپ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ادارہ ھذا کی تعلیمی خدمات نہایت ہی وسیع ہے اور متعدد خصائص سے پر ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ اس ادارے سے بڑے بڑے اسکالر پیدا ہوئے، ادیب، ڈاکٹر، مصنف غرض کہ

ہزاروں کی تعداد میں ماہرین علوم جنم لیے آج پوری دنیا میں ادارے کے فارغین دین وسنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

نیز ادارہ ھذا کی مختلف یونیورسٹیوں میں الحاق ہونے کی وجہ سے ہرسال یہاں کے فارغین جامعہ ازہر قاہرہ، جامعہ صدام للعلوم بغداد، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ہمدرد دہلی، جے این یو، وغیرہ میں جاکر اپنے ہدف کی تکمیل کرتے ہیں۔

خصوصیات:

ادارہ کی عظیم خصوصیات میں ممتاز خصوصیت یہ ہیں کہ عربی زبان میں ماہنامہ (المشاہد) نکلتا ہے، یہ در اصل ادارہ کے کامیابی کے عظیم نشاۃ ثانیہ ہے، نیز اس سے یہ امر واضح ہے کہ پورے ہندوستان میں جتنے بھی سنی مدارس و جامعات ہیں کسی بھی ادارے میں عربی زبان پر ماہنامہ نہیں نکلتا ہے، یہ واحد ادارہ ہے جسمیں عربی زبان میں ہر ماہ مجلہ نکلتا ہے۔اور اس سے راقم الحروف کو یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ہمارے دیگر ادارے عربی مجلہ کیوں نہیں نکالتے ہیں، کیا یہ صرف علیمیہ والوں کی ذمے داری ہے؟ اداروں کے ان سربراہ و منتظمین کو دعوت فکر ہے کہ آپ بھی عربی مجلہ نکالیں! ہمارے بالمقابل مذاھب باطلہ بہت آگے نکل چکے ہیں، خدارا اب بھی ہوش کے ناخن لیں۔

بہر کیف! ادارہ کی بہت ساری خصوصیات ہے، اگر ان خصوصیات کو تحریر کیا جائے تو ایک دفتر کی حاجت ہے المختصر کہ ادارہ ھذا کے مدرسین ایک سے بڑھ کر ایک ہیرہ ہے یعنی علوم وفنون کے بحر ذخار ہیں نیز یہاں کے ترقی کے اسباب میں یہ بھی ہے کہ تعلیمی ماحول بہت عمدہ ہے۔

سارے اساتذہ طلبہ کو محنت ولگن کے ساتھ پڑھاتے ہیں اور طلباء کرام بھی بڑی جانفشانی اور دل لگی کے ساتھ پڑھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں کے طلباء عربی انگریزی و دیگر عصری علوم زبان وادب پر بولنے اور لکھنے میں کامل دسترس اور بڑا ہی ملکہ رکھتے ہیں اس لئے راقم کو علیمی لکھنے میں بڑا فخر ہے، ناچیز ادارہ کے

فارغین سے لیکر طلباء تک یہ پیغام دیتا ہے کہ علیمی فخر سے لکھو۔

اور اخیر میں راقم ادارہ ھذا کے بنیاد رکھنے والے خلیفہ اعلیٰحضرت سیدنا مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی قدس سرہ کہ جنکی کوششوں ومحنتوں کے نتیجہ میں آج یہ عظیم علمی گلشن علیمی چمن بن گیا ہے، اُن کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے نیز راقم اپنے سارے اساتذہ اور ادارہ ھذا کے منتظمین کے لئے دعا گو ہے کہ سب کی عمروں میں بے پناہ برکتیں عطاء فرمائے اور اُن کی دینی خدمات و جذبات ہمارے لئے مشعل راہ بنائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیٰحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ:20/اگست/2022)

باب دوم شخصیات

مختصر فضائل ومناقب: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تاریخ عالم میں بہت کم شخصیات ایسی ملتی ہیں جن کی ذات میں اس قدر صلاحیتیں اور خوبیاں ایک ساتھ ہوں کہ ایک طرف فتوحات اور نظام حکومت میں مساوات، عدل وانصاف، مذہبی رواداری اپنی انتہاء پر ہو اور دوسری طرف روحانیت، زہد وورع، تقویٰ اور بصیرت بھی اپنے پورے کمال پر نظر آئے۔ تاریخ میں اس حوالے سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔

عدل وانصاف کی بات ہو تو اپنے عملی کردار کی وجہ سے منفرد وممتاز نظر آتے ہیں۔ اپنے، پرائے، کمزور وطاقتور میں فرق نہیں کرتے یہاں تک کہ اپنے متعین کردہ گورنرز اور اپنے بیٹے کے لیے بھی انصاف کا مظاہرہ اسی طرح کرتے ہیں جس طرح کسی عام آدمی پر عدل وانصاف کا اطلاق کرتے۔ یہی وہ صفات ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کے پس پردہ کارفرما نظر آتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا نتیجہ ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں بے شمار صلاحیتیں، سیاسی وانتظامی بصیرت اور عدالت وصداقت ودیعت کر رکھی تھیں، اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کی زبان اور قلب کو اللہ تعالیٰ نے صداقت کا مصدر بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود مسعود سے اسلام کی شان وعظمت کو قیصر وکسریٰ کے ایوانوں تک پہنچا دیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف یہ کہ فتوحات کا دائرہ وسیع کیا اور ایک کامیاب فاتح حکمران کے طور پر شہرت حاصل کی بلکہ ان مفتوحہ ممالک میں جو انقلابی اقدامات اور اصلاحات نافذ کیں حقیقت میں وہ آپ کو تاریخ اسلام میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں منفرد وممتاز مقام عطا کرتی ہیں۔

نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کو دیکھیں تو جن علاقوں کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کیا، آج تک

وہاں اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے۔اس کی وجہ صاف ہے کہ جن علاقوں کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح کرتے وہاں عدل وانصاف کو رائج کرتے عفوودرگزر اور بردباری سے کام لیتے امیر وغریب اور شاہ وگدا میں امتیاز نہ کرتے۔

روحانیت کا امام؛

اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر حق بولتا تھا۔آپ الہامی شخصیت کے مالک تھے، جو سوچتے، وہ ہوجاتا تھا آیت حجاب، مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق، واقعہ ایلائ،جنگی قیدیوں سے سلوک، منافق کی نماز جنازہ،حرمت شراب،توریت کی آیت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام،اذان کے حکم آپ کی رائے کے مطابق ہونا وغیرہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

فاروقِ اعظم؛

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب کس نے دیا؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔

(اسد الغابۃ جلد ۴ صفحہ ۱۶۲)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے عرض کی گئی کہ: ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتائیے۔تو ارشاد فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے لقب ''فاروق'' عطا فرمایا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے حق کو باطل سے جدا کر دکھایا۔

(تاریخ ابن عساکر جلد ۴۴ صفحہ ۵۰)

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: زمین میں ان کا نام عمر اور آسمانوں میں فاروق ہے (رضی اللہ عنہ)(ریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۲۷۳)

نیز آپ رضی اللہ عنہ جس دن اسلام لائے اسی دن آپ نے مسلمانوں کے ساتھ اعلانیہ کعبۃ اللہ شریف میں نماز ادا کی اور طواف بیت اللہ بھی کیا۔آپ رضی اللہ عنہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ: اس دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود میرا نام فاروق رکھ دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے حق و باطل میں امتیاز فرمادیا۔(حلیۃ الاولیاء عمر بن الخطاب؛ جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۷۵ الرقم: ۹۳)

شہادت عظمیٰ کی بشارت؛

صحیح بخاری میں حدیث مبارک ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ،فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ،قَالَ:اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدَانِ۔

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ احد پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے تو وہ اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فرط مسرت سے جھومنے لگا، حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک مار کر اس سے فرمایا: اے احد! تھم جا تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۶۸۶)

نیز آپ رضی اللہ عنہ اکثر مدینۂ طیبہ میں وفات پانے اور جام شہادت نوش کرنے کی دعا کیا کرتے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

یعنی الٰہی! تو مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا فرما اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینے میں مرنا نصیب فرما۔(صحیح بخاری، ج ۱ ص ۶۲۲، الحدیث: ۱۸۹۰)

چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آخری حج ۲۳ سن ہجری میں کیا اور اسی سال حج سے واپسی کے بعد ۲۶ ذوالحجۃ الحرام کو انہیں ابولؤلؤ فیروز (لعین) نامی مجوسی (آتش پرست) غلام نے خنجر کے پے در پے تین وار کرکے شدید زخمی کردیا۔ آپ تین دن اسی حالت میں رہے مگر نماز کوئی نہ چھوڑی پھر یکم محرم الحرام کو دس سال پانچ مہینے اور اکیس دن مسند خلافت پر متمکن رہنے کے بعد ۶۳ برس کی عمر میں آپ شہید ہوگئے۔ (طبقات کبری، ج ۳،ص ۲۱۵۔ ۲۶۲۔ ۲۷۸) إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ۔

یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۶۳ سال کی عمر مبارک میں وصال، قرب مصطفوی ﷺ کی دلیل ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں روایت ہے:

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً وَمَاتَ أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّينَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّينَ۔

ترجمہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ترسٹھ (۶۳) برس تھی، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو آپ کی عمر ترسٹھ (۶۳) برس تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ کی عمر مبارک بھی ترسٹھ (۶۳) برس تھی۔

(صحیح مسلم ،باب کم أقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ بمکۃ والمدینۃ۔حدیث نمبر:۶۲۴۴)

وصال شریف کے بعد پس منظر:

ہر ذی روح نے پیامِ اجل کو لبیک کہنا ہے اور ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ویسے تو دنیا سے لاکھوں لوگ رخصت ہوئے، کسی پر کچھ لوگوں نے آنسو بہائے تو کوئی انتہائی خاموشی کے ساتھ گورستان کا مکین ہو گیا مگر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو کیا سماں تھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات کیا تھے؟ ملاحظہ کیجئے: آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ تعالیٰ ہماری عمریں بھی آپ کو لگا دے۔ (طبقات کبری، ج ۳،ص ۲۶۵)

حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کے چہرے سے کفن کا کپڑا ہٹا کر کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(طبقات کبریٰ، جلد ۳ صفحہ ۲۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میرے گمان میں خاردار درخت بھی آپ کے وصال پر غمزدہ ہیں۔ (طبقات کبریٰ، ج ۳ ص ۲۸۴)

آپ کے وصال کے دن حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آج اسلام کمزور ہو گیا۔

(معجم کبیر، ج ۲۵ ص ۸۶، الرقم: ۲۲۱)

اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے وصال سے ہر مسلمان کے گھر دینی و دنیاوی نقص داخل ہو گیا۔ (طبقات کبریٰ، ج ۳ ص ۲۸۵)۔

یہ ہیں خلیفۂ دوم، پیکر صبر و وفا، مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام العادلین، امام المجاہدین، غیظ المنافقین، امیر المومنین، حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت و حالاتِ زندگی کے چند گوشے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کا احاطہ کرنے کے لیے لاکھوں دفاتر بھی کم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص نسبت عطا فرمائے اور حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیٰحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی ۲۷/ جولائی/ ۲۰۲۲)

امام عالی مقام: مختصر سیرت و کردار

تمام ارباب سیر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کمالاتِ علمی کے معترف ہیں۔ علامہ ابن عبد البر، امام نووی، علامہ ابن اثیر اور دیگر اربابِ سیّر علیہم الرحمہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بڑے فاضل تھے۔

لیکن افسوس اس اجمالی سند کے علاوہ واقعات کی صورت میں ان کمالات کو کسی سیرت نگار نے قلم بند نہیں کیا یہی حال آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاقی عظمت اور حسن اخلاق کا بھی ہے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ پہلو جس تفصیل وتشریح کا متقاضی تھا وہ عام تذکروں میں نہیں پائی جاتی جبکہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شہادت کے وقت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تقریباً چھپن سال کی ہو چکی تھی۔

چھپن سال کا یہ عرصہ آپ نے خیر القرون میں اسلامی بلکہ انسانی تاریخ کے سب سے بہترین معاشرے میں گزارا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی ابتدائی تعلیم وتربیت بھی صاحب خلق عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے خود فرمائی۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ نے جس عظیم ماں کی گود میں پرورش پائی اس کی پاک دامنی اور طہارت پر قرآن و حدیث گواہ ہیں، نانا جان علیہ التحیۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت اس باپ نے فرمائی جو علم وعمل کا مجمع البحرین تھے۔

اور جس کے علمی و عملی کمالات اور فضائل ومحاسن پر قرآن وحدیث کے علاوہ تاریخ اسلام کی گواہی ثبت ہے۔

بہرکیف! حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے عمومی اخلاق وعادات اور خصائل کی طرف اجمالی طور

پر مشہور تذکرہ نگار ابن الاثیر نے یوں اشارہ کیا ہے:

وکان الحسین رضی اللہ عنہ فاضلا کثیر الصوم والصلوۃ والحج والصدقۃ و افعال الخیر جمیعا ۔(ابن الاثیر، اسد الغابہ، 2:23)"

کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بڑی فضیلت کے مالک، کثرت سے روزہ، نماز، حج ادا کرنے والے، صدقہ دینے والے اور تمام افعال خیر سرانجام دینے والے تھے"۔

بڑے بھائی کا ادب؛

اسلامی اخلاق و آداب کی رو سے چھوٹے بھائیوں پر اپنے بڑے بھائی کا ادب و احترام اسی طرح لازم ہے جس طرح والد محترم کا احترام لازم ہوتا ہے۔ چھوٹے بھائیوں کے سامنے بڑے بھائی کا مرتبہ و مقام شرعی نقطہ نظر سے والد کے برابر ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم حق الوالد علی ولدہ۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب باب البر والصلۃ، ص: 421)

تمام بھائیوں میں بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائیوں پر اُس حق کے برابر ہے جو والد کو اپنی اولاد پر حاصل ہے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان علیہ التحیۃ والسلام کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کس طرح اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دل کی گہرائیوں سے احترام کیا۔ ملاحظہ فرمائیں؛

نامور مورخ ابن قتیبہ نے یہ ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر سوال کیا (بھیک مانگی) تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے

فرمایا: دیکھو بھیک مانگنا جائز نہیں سوائے ۔بہت زیادہ مقروض یا محتاج بنا دینے والے فقر یا بہت زیادہ تاوان کی شکل میں، تو اس آدمی نے عرض کیا: میں اسی قسم کا ایک مسئلہ درپیش ہونے کی صورت میں آپ کے پاس آیا ہوں۔

اس پر آپ نے اسے سو دینار دینے کا حکم فرمایا۔ پھر وہ آدمی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے بھی سوال کیا۔آپ نے بھی بھیک کے معاملے میں اس سے وہی بات فرمائی جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی ۔اس نے وہی جواب دیا جو وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دے چکا تھا۔

تو آپ نے پوچھا: انہوں نے تجھے کتنی رقم دی؟ اس نے بتایا سو دینار۔اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دینار کم کرتے ہوئے (ننانوے) دینار اسے دے دیے اور اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ بڑے بھائی کے ساتھ اس معاملے میں برابری کریں۔(ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، 7/126 ملخصاً)

اور یہ حقیقت ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے سامنے بنفس نفیس موجود ہو تو حیاء کا تقاضا ہوتا ہے کہ چھوٹا بڑے کا احترام کرے جبکہ سامنے موجود نہ ہونے کی صوت میں عموماً اس چیز کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی جان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ادب و احترام کو غائبانہ طور پر بھی ملحوظ رکھا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

خدمتِ خلق؛

فیاضی وسخاوت اور ایثار جیسی خوبیاں آپ رضی اللہ عنہ کو ورثے میں ملی تھیں ۔اس لیے کمال فیاضی اور ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلق خدا کی حاجات کو پورا کرنا آپ کا عام معمول تھا۔

اس حوالے سے حافظ ابن عساکر نے ابوہشام القناد البصری کی زبانی یہ چشم دید گواہی نقل کی ہے کہ میں (ابوہشام) حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے پاس بصرہ سے سامان (متاع) فروخت کے لیے لایا کرتا تھا۔آپ اس میں جھگڑ کر مجھ سے قیمت کم کراتے پھر میرے وہاں سے اٹھنے سے پہلے پہلے اس

سامان کا زیادہ تر حصہ لوگوں کو عنایت فرمایا کرتے۔

میں نے عرض کیا اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیٹے! میں آپ کے پاس بصرہ سے سامان لاتا ہوں آپ باقاعدہ اصرار کر کے اور جھگڑا کر کے اس میں قیمت کم کراتے ہیں اور پھر میرے اٹھنے سے پہلے پہلے اس کا زیادہ تر حصہ لوگوں میں تقسیم بھی کر دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے والد گرامی نے مجھے یہ مرفوع حدیث سنائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المخبون لا محمود ولا ماجور،(ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، 115/7)

جو آدمی سودے یا لین دین میں دھوکا کھا جائے وہ قابل ستائش ہے نہ قابل اجر''۔

اور نامور صوفی حضرتِ داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ القوی نے کشف المحجوب میں یوں نقل کیا ہے کہ ایک دن ایک آدمی آپ (یعنی امام حسین) کے پاس آیا اور عرض کیا: اے رسول خدا عزوجل کے فرزند! میں ایک درویش اور بال بچے دار آدمی ہوں، اس لیے آج رات آپ سے کھانے اور مدد کا طلب گار ہوں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، ہمارا وظیفہ (شام سے) آرہا ہے۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے پانچ تھیلیاں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئیں۔

ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار (سونے کی اشرفی) موجود تھا۔ لانے والے اہلکاروں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ سے معذرت کر رہے تھے اور فرماتے تھے کہ ان دیناروں کو خرچ فرمایئے بعد میں مزید بھیج دیئے جائیں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مذکورہ درویش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اہل خانہ سے فرمایا کہ یہ تمام تھیلیاں اسے دے دی جائیں۔

صحابہ کرام کا احترام:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاندانی عظمت و شرافت اور ذاتی فضائل و مناقب کے پیش نظر حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان غنی جیسے کبار صحابہ ان کی تعظیم و تکریم فرماتے اور ان کا حد درجہ احترام

فرماتے تھے۔(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ)

مگر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا اپنا طرز عمل اور سوچ یہ تھی کہ اس تعظیم میں کہیں اسلامی اخلاق و آداب کے خلاف کوئی کام واقع نہ ہو جائے۔ چنانچہ مشہور محدث علامہ نور الدین ہیثمی نے امام محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی زبانی یوں نقل کیا ہے کہ ”ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر مقام حرہ کے قریب واقع اپنی زمین کی طرف جانے کے لیے نکلے تو راستے میں مشہور صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے انہیں پالیا وہ اپنی سواری (خچر) پر سوار تھے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیدل چلتے دیکھ کر سواری سے اتر پڑے اور سواری کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب کرتے ہوئے عرض کیا: اے عبداللہ! آپ اس پر سوار ہو جایئے۔ مگر آپ نے سواری پر بیٹھنے کو ناپسند فرمایا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اصرار کے باوجود جب آپ سوار نہ ہوئے تو انہوں نے قسم اٹھالی کہ آپ کو ہر قیمت پر سوار ہونا ہوگا۔ اب سوار ہونے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔

تاہم فرمایا: تم نے قسم اٹھا کر مجھے تکلیف میں ڈال دیا۔ اب یوں کیجئے کہ آپ سواری کے آگے بیٹھیں میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔ کیونکہ میں نے اپنی امّی جان (سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حدیث نقل کرتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الرجل احق بصدر دابته وصدر فراشه والصلوة فی منزله الا ما یجمع الناس علیه.“

آدمی اپنے چوپائے (سواری) کے اگلے حصے پر بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔

اسی طرح بستر کے اگلے حصے پر بیٹھنے کا زیادہ حق دار صاحب فراش ہے جبکہ گھر میں باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں صاحب خانہ امامت کرانے کا زیادہ حق دار ہے“۔ اس پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی نے بالکل سچ فرمایا ہے میں نے اپنے باپ بشیر کو بھی

اسی طرح کہتے سنا ہے جیسا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ الا من اذن مگر وہ آدمی جس کو مالک اجازت دے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو گئے۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد (كتاب الادب، باب صاحب الدابة احق بصدرها)

تواضع وانکساری؛

اسلامی اخلاق و آداب اور اوصاف میں تواضع و انکساری کو جو اہمیت حاصل ہے نیز اسلامی تعلیمات میں اس کی جتنی تاکید آئی اور اس سلسلے میں خود پیغمبر اسلام علیہ السلام نے جو مثالی نمونہ چھوڑا ہے، یہ سب چیزیں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مخفی نہیں تھیں، اس لیے خاندانی معاشرتی، سماجی اور مذہبی و روحانی اعتبار سے انتہائی بلند مرتبہ و مقام حاصل ہونے کے باوجود آنجناب کے اندر کمال درجے کی تواضع و انکساری پائی جاتی تھی۔

چنانچہ نامور مورخ و محدث حافظ ابن عساکر نے اس کی ایک سبق آموز مثال یوں درج کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا گزر چند مساکین کے پاس سے ہوا جو (مسجد نبوی کے ساتھ) صفہ میں کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر عرض کیا آیئے کھانا تناول فرمایئے۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا: ان الله لا يحب المتكبرين. "بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا"۔

ان مساکین کے ساتھ کھانا تناول فرمایا، پھر ان سے فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی، اب تم لوگ میری دعوت قبول کرو۔ سب نے کہا: نعم: ہاں ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ انہیں اپنے دولت کدہ پر لے گئے اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رباب سے فرمایا کہ جو کچھ کھانے کو تمہارے پاس موجود ہے وہ لے آؤ۔

(ابن منظور، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، 7/129)

عاشوراء میں مخلصانہ پیش کش؛

انسانی فطرت ہے کہ انسان مشکل اور آزمائش کے وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں سے مدد اور

تعاون کا خواہاں ہوتا ہے۔ مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایسے موقعہ پر بھی کسی کو آزمائش اور مشکل میں ڈالنا پسند نہیں فرمایا۔

چنانچہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عاشوراء کی رات اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا پھر (اس مشکل ترین اور آزمائش کی گھڑی میں بھی) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: میں یہی محسوس کر رہا ہوں کہ یہ لوگ (یزیدی فوج) بہر صورت کل تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ اس صورت حال میں تم سب کو (بخوشی) اجازت دیتا ہوں۔

تم سب میری طرف سے آزاد ہو اور اب رات کے اندھیرے نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے۔ پس جس آدمی کے پاس ہمت ہو وہ میرے اہل بیت میں سے کسی آدمی کو ساتھ ملا لے اور تم سب رات کے اندھیرے میں یہاں سے نکل جاؤ، ان لوگوں (یزیدی فوج) کو تو صرف میری تلاش ہے، کل جب یہ مجھے دیکھیں گے تو تمہاری تلاش بھول جائیں گے اس مخلصانہ پیش کش پر آپ کے اہل بیت نے کہا:

لا ابقانا الله بعدك والله لا نفارقك وقال اصحابه كذالك۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کے بعد ہمیں زندہ نہ رکھے۔ قسم بخدا ہم آپ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا۔

(الذہبی، سیر اعلام النبلاء، 301/3)

حسینی پیغام:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں اور اپنی مبارک حیات کے دیگر مواقع پر جو خُطبات اور نصیحت آموز اَشعار ارشاد فرمائے ان میں سے چند منتخب نصیحتیں ملاحظہ کیجئے:

(1) اے لوگو! اچھے اَخلاق میں رغبت کرو، نیک اعمال میں جلدی کرو، جس نے کسی پر احسان کیا ہو اور وہ اس کا شکر ادا نہ کرے تو احسان کرنے والے کو اللہ پاک عوض عطا فرماتا ہے۔ یقین کرو نیک کام میں تعریف ہوتی ہے اور ثواب ملتا ہے۔

(2) اے لوگو! جو سخاوت کرتا ہے وہ سردار ہوتا ہے اور جو بُخل کرتا ہے وہ ذلیل و رُسوا ہوتا ہے۔ زیادہ سخی وہ شخص ہے جو اس شخص پر سخاوت کرے جسے اس کی اُمید نہ ہو۔

(3) زیادہ پاک دامن اور بہادُر وہ شخص ہے جو بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود مُعاف کردے، زیادہ صِلۂ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے جو قطع تعلق کرنے والے رشتے داروں سے تعلق جوڑے۔

(4) جو شخص اپنے بھائی پر احسان کر کے اللہ کی رضا چاہے اللہ پاک مشکل وقت میں اس کا بدلہ دیتا ہے اور اس سے سخت مصیبت ٹال دیتا ہے۔

(5) جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے دنیوی مصیبت دور کی اللہ پاک اس سے اُخرَوی مصیبت دور کرتا ہے اور جو کسی پر احسان کرے اللہ کریم اس پر احسان فرماتا ہے اور احسان کرنے والے اللہ کے پیارے ہیں۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص 152، 153)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت اور ارشاداتِ مبارکہ کو اپنے دلوں میں جگہ دینے اور ان پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیٰحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ ۸/ اگست/ ۲۰۲۲)

مبلغ اسلام کون؟ ایک مختصر جائزہ

اہل سنت و جماعت کے حوالے سے آج دنیا بھر میں تبلیغ دین و تبلیغ اسلام کا جو عظیم الشان جدید ترین نظام قائم ہے اس کے اولین قائد و سرخیل خلیفہ اعلیٰ حضرت، آفتابِ علم و حکمت، نور دیدہ حضرتِ صدیق اکبر، محسن اہل سنت، مبلغ اعظم عالم حضرتِ علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی (والد ماجد قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی) علیہما الرحمہ کی ذات ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا طویل حصہ تبلیغ دین میں صرف فرمایا۔

ولادت ونسب؛

حضرتِ مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ (محلہ مشائخاں) ایک صدیقی گھرانہ میں ہوئی، آپ کے والد ماجد مولانا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (ایک نعت گو شاعر اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے) آپ کا سلسلۂ نسب ۳۷ رویں پشت میں خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم وتربیت؛

حضرتِ مبلغ اسلام کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد (مولانا شاہ عبدالحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ) سے ہوئی، بعد ازاں جامعہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہوئے اور سولہ سال کی قلیل عمر میں درسِ نظامی کی سند حاصل کی نیز آپ نے علومِ عربیہ کی تکمیل کے بعد علومِ جدیدہ کی تحصیل کا ارادہ کیا (اولاً اٹاوہ ہائی اسکول اور بعد میں میرٹھ کالج) کے اندر انگریزی علوم کی تحصیل فرمائی۔ اس طرح آپ اُردو، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ کئی زبانوں پر دسترس حاصل کیں۔

اساتذہ؛

اور آپ کے اساتذہ میں (۱) سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی (۲) مولانا شاہ

احمد مختار صدیقی (۳) مولانا عبد الباری فرنگی محلی (۴) شیخ احمد الشمس مراکشی مدنی (۵) اور لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ سید محمد ادریس السنوسی وغیرہ شامل ہیں۔

بیعت وخلافت:

نیز آپ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے منازل سلوک طے کیں اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

سیرت وخصائص؛

آپ شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب، اور عظیم مفکرِ اسلام تھے۔ جب آپ نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا اور بڑے بڑے سائنسدان، فلاسفر اور دہریہ قسم کے لوگ آپ کے دستِ اقدس پر حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے۔ آپ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں اس روانی سے تقریر کرتے تھے کہ اہلِ لسان ورطۂ حیرت میں رہ جاتے۔ آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دین فطرت اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا، جس کے نتیجے میں آپکے دست حق پرست پر ستر ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف با اسلام ہوئے۔

تبلیغی زندگی؛

۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۴ء تک یورپ، افریقہ، اور امریکہ کے متعدد ممالک اور ریاستوں میں جا کر اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے۔ جہاں گئے مساجد، مکاتب، مدارس، کتب خانے، ہسپتال، یتیم خانے، اور تبلیغی مراکز قائم کرتے گئے۔

اس سلسلے میں خصوصی طور پر (۱۹۵۱ء میں) آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ فرمایا جن میں قابل ذکر ممالک انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، سعودی عرب، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور سیلون وغیرہ ہیں اسی طرح برما، انڈو چائنا، چین، جاپان، ماریشش، جنوبی ومشرقی افریقہ

کی نو آبادیات، سری نام، ملایا، عراق، اردن، شام، مصر، فلسطین وغیرہ وغیرہ ممالک کی مختلف ریاستوں، شہروں، دیہات اور قصبات وغیرہ کا دورہ کیا اور اسلام کی تبلیغ فرمائی اور فکر رضا کو عام کیا۔

تصنیف وتالیف؛

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ تحریر وتقریر، ابلاغ وتبلیغ کے دو اہم ذریعہ ہیں، حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک جادو بیان مقرر ہی نہ تھے بلکہ صاحب طرز ادیب اور باذوق مصنف بھی تھے جہاں آپ نے جادو بیانی سے مذہب اسلام کو فروغ بخشا ہے وہیں اپنی تحریر سے بھی نہ جانے کتنے متلاشیان حق کو حق کی معرفت سے بہرہ ورفرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کی تصانیف میں ہائی وائی لاگ وتھ برناڈ شا، اِن پر یچول کلچر اِن اسلام، مسلم رول اِن سائنٹفک ڈسکوریز، ردّ قادیانی، ذکر حبیب، جوانی کی حفاظت، کتابِ تصوف، اسلام اور اشتراکیت، معجزہ مذہب اور سائنس کی نظر میں، امن کا پیغام وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

علیمی فیضان؛

الحاصل یہ کہ مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ القوی کا فیضان دنیا کے تقریباً ہر حصے میں پہنچے اور مساجد، مدارس، مکاتب، علمی ادارے، اسکول، کالج، مشنریاں، لائبریریاں، یتیم خانے وغیرہ قیام عمل آیا، نیز جو آپ کے دست حق پرست پر غیر مسلموں مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ کے فیضان سے وہ آج بھی دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی ترویج واشاعت میں کوشاں ہیں اور بہ حیثیت مبلغ کام کررہے ہیں۔

وصال شریف؛

اور آپ چالیس سال تک دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دے کر ۲۲/ذوالحجہ (۲۳ویں شب، بعدِ مغرب) ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲/اگست ۱۹۵۴ء کو مدینۂ منوّرہ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور تعلیماتِ اسلامیہ کی تبلیغ واشاعت کے انعام کے طور پر جنّت البقیع میں تدفین کے لیے جگہ ملی۔ (تفصیل کے لئے تذکرہ اکابرِ اہلِ سنّت مطالعہ فرمائیں)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتِ مبلغ اسلام (شاہ عبد العلیم صدیقی قدس سرہ القوی کا خاص فیضان عطا فرمائے، دین اسلام کا مبلغ بنائے، بالخصوص اُن کا قائم کردہ (دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی) کے تمام طلبہ کو دین اسلام کا سچا' سپاہی بنادے۔آمین

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیٰحضرت مشن، آبادپور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۲۲/ جولائی/ ۲۰۲۲)

مختصر سوانح حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ القوی

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمتہ ان شہسواران اسلام میں ہیں جن پر قوم مسلم کو ہمیشہ فخر رہا۔آپ کی ذات والا صفات اپنے وقت کی ان مقتدر ہستیوں میں سے ہیں جن کو قوم کی پیشوائی اور نباض امت ہونے کا سہرا بجتا ہے۔

آپ عقل عرفانی علم ایمانی اور معرفت روحانی کے امام تھے آپ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی اپنے قلم وزبان تفکر وتدبر سے ایسی خدمت فرمائی کہ رہتی دنیا تک عوام وخواص اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

ولادت باسعادت:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارکہ صبح صادق کی پُرنور و بابرکت مہینہ شوّالُ المکرّم 4 جُمادَی الاُولیٰ 1314ھ (1 مارچ 1894ء) کو محلہ کھیڑہ بستی اوجھیانی (بدایوں، یوپی ہند) میں ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمتہ اپنے خاندانی اعتبار سے والد کی طرف سے یوسف زئی پٹھان شجرہ نسب حضرت بنیامین ابن یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور والدہ کی طرف سے قریشی خاندان سے تھے۔آپ کا دھدیال اور ننھیال دونوں طرف علمی گھرانے تھے۔آپ کی پرورش انتہائی مہذب اور علمی ماحول میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے قرانِ پاک سے لے کر فارسی کی نصابی تعلیم اور درسِ نظامی کی ابتدائی کُتب اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا محمد یار خان بدایونی سے پڑھیں، مدرسہ شمسُ العلوم میں علامہ قدیر بخش بدایونی علیہِ رحمۃُ

اللہِ القَوی کی نگرانی میں تین سال تک تعلیم حاصل کی پھر مختلف درس گاہوں میں پڑھا اور آخر کار جامعہ نعیمیہ (مُراد آباد، ہند) میں داخلہ لے کر خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدرُ الافاضل مفتی سیّد محمد نعیمُ الدّین مراد آبادی قدس سرہ اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ حافظ مشتاق احمد صدیقی کانپوری رحمۃُ اللہِ تعالیٰ علیہما جیسے شفیق اور مہربان اَساتِذَہ کے زیرِ سایہ رہ کر علم و عمل کی دولت سے فیض یاب ہوئے اور 19 برس کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کی۔

دینی خدمات:

سندِ فراغت کے بعد آپ کے استادِ مکرم حضرت صدرُ الافاضل سیّد محمد نعیمُ الدّین مراد آبادی رحمۃ اللہ الباری کے ہدایت پر جامعہ نعیمیہ مراد آباد (ہند)، مدرسہ مسکینیہ (دھوراجی، کاٹھیاواڑ، ہند)، کچھوچھہ شریف اور بھکھی شریف (تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤ الدین، پنجاب پاکستان) میں تدریس فرمائی پھر آپ ضلع گجرات (پنجاب پاکستان) تشریف لے آئے اور زندگی کے بقیہ ایام یہیں گزارے۔ بارہ تیرہ سال دارالعلوم خدّامُ الصّوفیہ گجرات اور دس برس انجمن خُدّامُ الرَّسول میں فرائضِ تدریس انجام دیتے رہے۔

اسلاف کے نقش قدم:

قابل رشک یہ کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ روزانہ بعد نمازِ فجر 30 منٹ درسِ قرآن اور 15 منٹ درسِ حدیث کے لئے مختص تھے اشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد ناشتہ فرماتے پھر تدریس کے ذریعے طلبہ کرام میں علم وحکمت کا نور منتقل فرماتے تدریس سے فراغت کے بعد دو گھنٹے تک تصنیف و تالیف میں مشغولیت رہتی، اس کے بعد دوپہر کا کھانا تناوُل فرما کر ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ بعدِ نماز ظہر ایک پارہ تلاوت کرتے اور پھر تحریر و تصنیف اور ملک بھر سے آئے ہوئے سوالات اور خُطوط کے جوابات دینے میں مصروف ہو جاتے۔

علمی خدمات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں نور العرفان فی حاشیہ قرآن، تفسیر نعیمی (پارہ گیارہ تک، 18 جلدیں)،

مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح (8 جلدیں)،نعیم الباری فی انشراح بخاری (ابھی pdf میں دستیاب نہیں ہے)، شان حبیب الرحمن من آیات القرآن، اسلامی زندگی،حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہُ پر ایک نظر،اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں، آپ کی نعت گوئی کتاب دیوان سالک،اور جاء الحق (طاغوت وہابیت پر آخری کیل) جوعوام وخواص میں بہت مشہور ومعروف ہیں ۔اسی طرح علم فرائض میں "علم المیراث"،سلطنت مصطفے (مسئلہ مختار کُل پر مدلل جوابات)، نیز اسلام میں جو بہت سے فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے کو حق کہتا ہے اور ہر ایک قرآن سے اپنا مذہب ثابت کرتا ہے(آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "علم القرآن") لکھ کر یہ چیز واضح کر دیا ہے کہ سچا مذہب فقط اہل سنت و جماعت ہے ۔

وصال ومدفن:

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی وفات 3 رمضان المبارک 1391ھ (24 اکتوبر 1971ء) کو ہوئی ۔آپ کی نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابو البرکات احمد صاحب رحمۃ اللہ نے پڑھائی ۔آپ کا مزارِ فائضُ الانوار گجرات شہر (پنجاب) پاکستان میں ہے ۔(تفصیل کے لیے تذکرہ اکابرِ اَہلِ سنّت،حالاتِ زندگی حکیم الامت،حیات حکیم الامت،حیات سالک شیخ التفسیر وغیرہ دیکھیں)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،بالخصوص حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ القوی کا فیض ہم ناقصوں پر صدا جاری رہے، نیز اُن کی کُتب ہم سب کو پڑھنے کی توفیق بخشے ۔(آمین)

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانیٔ الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن،، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یو پی شائع کردہ: ۲۸/ جون/ ۲۰۲۲)

مختصر حیات وخدمات
مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد طفیل احمد رضوی نوری کٹیہاری رحمۃ اللہ الباری

تاریخ ساز شخصیات میں ایک نام مناظر اھل سنت علامہ مفتی محمد طفیل احمد رضوی نوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے، آپ علم وتقویٰ کے پیکر، ظاہری و باطنی فیوض و برکات کے درخشاں، درس و تدریس کے ماہر، صبر وقناعت کے بحر بے کراں، مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسباں، وعظ وخطابت کے شہنشاہ، اخلاقی اوصاف سے پر اور مرجع خاص وعام تھے۔

آپ کی زندگی کا اکثر حصہ تعلیم وتدریس، وعظ وخطابت، رشد وہدایت، و دیگر دینی خدمات میں صرف ہوا لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ اتنا طویل عرصہ گزر گیا، مگر کسی نے حضرت کی تعزیت تک لکھ نہ سکی۔ وجہ یہی کہ حضرت چونکہ ایک گمنام علاقے میں دینی خدمات انجام دی اور آپ کو گمنام کر دیا حتیٰ کہ آپ کے شاگردوں نے بھی آپ کو گمنامی کے پردے میں رکھ دیا۔

حیرت کی بات یہ کہ علامہ موصوف کی دینی خدمات بڑا ہی وسیع وعریض ہے، مسلسل ۳۲ سال کے زائد عرصے میں تدریسی خدمات انجام دیں نیز آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں کارنامہ مناظرہ ومباحثہ اور کثیر تعداد میں مساجد ومدارس کا قیام کرنا ہے، اسی طرح علماء کی مقدس جماعت تیار کرنا وغیرہ شامل ہے۔

اس سلسلے میں آپ کو بتا تا چلوں کہ حضرتِ موصوف کی جہد مسلسل، خلوص ولہیت کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ دیوبندیت سے تائب ہو کر سنی بن گئے۔ گویا قدرت نے آپکو اسی کام کے لئے چن لیا تھا بہر کیف! ذیل میں حیات مناظر اہلسنت کے چند تابندہ نقوش ملاحظہ فرمائیں:

تاریخِ ولادت واسم گرامی

آپ کی ولادت ۲۱؍صفر المظفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴؍اگست ۱۹۶۰ء کو بروز یکشنبہ ضلع کٹیہار (موضع آباد

پور) پرمانک ٹولہ میں ہوئی۔اور والدین نے آپ کا نام (ایک صحابی رسول حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نام) کے نسبت سے محمد طفیل احمد رکھا۔

والدین کریمین

آپکے والد ماجد (جناب عین الدین مرحوم) شرافت، دیانت، پاکبازی اور مہمان نوازی میں مشہور تھے، دیندار اور صوم وصلاۃ کے سخت پابند تھے، نیز آپکی والدہ ماجدہ بھی نہایت نیک، پاک سیرت عفیفہ، صوم و صلاۃ کی پابند تھیں اور قدوۃ العارفین خواجہ وحید اصغر لطیفی قدس سرہ (تکیہ شریف رحمٰن پور) سے آپکے والدین بیعت تھے۔

آغاز تعلیم اور اسکے مراحل

آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ رب البخش (آباد پور) میں مولوی نور عالم دیوبندی سے ہوئی یہاں کچھ دن تعلیم حاصل کیا پھر آپ نے اعلیٰ تعلیم کیلئے اہل خانہ سے درخواست کی لیکن اہل خانہ نے منع کر دیا اسی طرح معاملہ چلتا رہا ایک دن اتفاقاً ایک سنی عالم حضرت مولانا عبدالقادر رضوی شاگرد صدر العلماء غلام جیلانی میرٹھی علیھما الرحمہ (عرف حاسر ومقام تسلیا آباد پور) سے ملاقات ہوئی دوران گفتگو وہ سنی عالم یہ مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپکا چہرہ تو عالموں جیسا ہے، آپکو باہر تعلیم حاصل کرنا چاہیے۔چنانچہ یہ مشورہ آپکے دل میں تیر کے مانند چبھ گیا پھر کیا ہوا یہی کہ اہل خانہ کو بتائے بغیر اس غربت کے عالم میں حصول علم کے لیے نکل پڑے اور مدرسہ یتیم خانہ سیوان جا پہنچے۔

تکمیل تعلیم

اور کچھ عرصہ (مدرسہ یتیم خانہ سیوان) رہ کر مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف (جو ایک عظیم درس گاہ ہیں) تشریف لے گیے وہاں اُس وقت (حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ القوی کی ذات جلوہ گر تھیں) وہاں تقریبا دو سال علمی فیضان سے پر ہو کر جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں داخلہ لیے اور حضرت شارح

بُخاری مفتی شریف الحق امجدی و بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیھما الرحمۃ جیسی شخصیات سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

بعد عالمیت وہاں سے بریلی شریف (جمعہ رضویہ منظر اسلام) کی جانب رخ کیے (۱۸ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۴ مارچ ۱۹۸۲ء بروز یکشنبہ 22 سال کی عمر میں) آپنے وہاں فضیلت کی تعلیم اعلی نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔

اساتذہ:

حضرت کی عظمت و بزرگی کیلیے یہی کافی ہوگا کہ آپ نے حضور مفتی اعظم ہند، حضور ریحان ملت، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی، فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی اور امام علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی علیہم الرحمۃ جیسے عظیم ہستیوں کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کیں۔

شرفِ بیعت؛

نیز آپ علیہ الرحمۃ ایسے ہستی سے بیعت ہیں جنہیں دنیا (شبیہ غوث اعظم، مرجع العلماء والمشائخ، امام العارفین، مجدّد ابن مجدّد شیخ الاسلام والمسلمین وغیرہ) القابات سے یاد کرتی ہے میری مراد حُضور مفتی اعظم ہند امام مصطفی رضا خان قادری نوری قدس سرہ القوی کی ذات ہے چنانچہ مناظر اہل سنت کو حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان نے (۱۹۷۸ء میں) سلسلہ قادریہ، برکاتیہ رضویہ، نوریہ میں (دوران درس) داخل فرمایا۔

تدریسی زندگی

بعد فراغت آپ رحمۃ اللہ علیہ تدریس کا آغاز مدرسہ انوار العلوم جین پور (اعظم گڑھ اتر پردیش) سے کی نیز اپنے کرم فرما استاذ امام علم وفن (حضرتِ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ایماء پر وہاں سے اپنے علاقے میں حُضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کا قائم کردہ ادارہ (الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملکپور دلکولہ: جو آباد پور سے تقریباً دو گھنٹے کا راستہ ہے) کی جانب رخت سفر باندھے اور یہاں کچھ عرصہ تک تدریس فرمائے۔

بعد ازاں مغربی بنگال (اشاپور وعلی پور کلیا چک) میں تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً سات برس تک

مسلسل دینی خدمات انجام دیں اسی طرح آپ کا قائم کردہ (دارالعلوم جہانگیریہ منظر اسلام بچباری) میں تقریباً پچیس برس تک تدریس فرماتے رہے۔

مناظرہ زندگی؛

ویسے تو آپ علیہ الرحمۃ نے میدان مناظرہ میں دور طالب علمی ہی میں قدم رکھ دیا تھا محض 16 برس کی عمر میں مولوی حفیظ الدین دیوبندی (بڑا نلسر) سے میلاد وقیام، حاضر وناظر، کے موضوع پر مناظرہ کی (آپ اسوقت جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے متعلم تھے۔) نیز بعد فراغت آور بڑا (ضلع مالدہ) میں آذان ثانی کے متعلق مولوی شفاعت اللہ دیوبندی سے مناظرہ کئے۔(اسوقت آپ مدرسہ آشاپور کے صدر مدرس تھے)اور مدرسہ دارالعلوم جہانگیریہ منظر اسلام بچباری میں تشریف آوری کے بعد متعدد جگہوں میں مناظرہ کیے جو دیوبندی بن چکے تھے آپ نے اُنہیں (اللہ کے فضل وکرم) سے سنی بنائے۔

اس حوالے سے مولانا شہاب الدین رضوی (حضرت کے شاگرد اور بھائی) کا بیان ہیں: اگر حضرت مناظر اہلسنت اس علاقے میں جلوہ گر نہ ہوتے تو بہت سے لوگ دیوبندی ہو جاتا حتی کہ میں بھی ہو جاتا مگر یہ اللہ جل شانہ کا فضل اور اُن کا احسان ہے کہ مناظر اہلسنت کے ذریعے بڑھتے ہوئے دیوبندی فتنے کی سرکوبی کی اور آج ہم سنی ہیں۔

جامع خطابت

آپکی ہیبت سے دیوبندی وہابی کانپے تھے چنانچہ کہیں بھی آپ خطابت کے کیلئے مدعو کیے جاتے تو تقریر کا موضوع اکثر رد وہابیت کا ہوتا آغاز تقریر یوں ہوتا: سب سے پہلے حصولِ برکت کیلئے کلام الامام امام الکلام کلام اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالی عنہ سے ابتداء کرتے بعدہ تمہیدی گفتگو پھر رد دیوبندیت پر دھواں دار، پرجوش خطاب کرتے۔

نیز آپکی تجرعلمی وحاضر دماغی کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی مجلس سے اعتراض کرتا تو فی البدیہہ عقلی نقلی دلیلوں

سے تشفی بخش جواب دیتے۔

اسی جامع خطاب کے ذریعے بہت سے لوگ (جو دین وسنیت سے دیوبندیت کی طرف مائل ہوگئے تھے) آپنے انھیں دین سے قریب کیا اور حکمت عملی، فہم وفراست کے بل بوتے سواد اعظم مسلک اہلسنت (مسلک اعلیٰحضرت) کی سچی ترجمانی کی۔

راقم کا مشاہدات:

جہاں تک میرے مشاہدات کا تعلق ہے تو کئی مرتبہ مناظرِ اہلسنت کے ساتھ دورہ تبلیغ میں رفاقت کا موقع میسر آیا چنانچہ ایک مرتبہ (راقم السطور 2015ء میں) حضرت کے ساتھ جلسہ (رد وہابیت کے موقع پر) بستی چرکھوڑا میں تھا۔ جسمیں خصوصی خطاب کیلئے سیف رضا علامہ عبد المصطفیٰ حشمتی صاحب کو مدعو کیا گیا تھا اور اس اجلاس کی روح رواں وصدر حضرت ہی تھے۔

ہر طرف عشاقان نبی ﷺ کی جم غفیر وہجوم تھی کہ آج دشمنانِ نبی کی پوسٹ مارٹم ہوگا کچھ شہرہ آفاق نقیب بھی آئے تھے جن کے لبِ حسن پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی وہ مشہور اشعار" دشمن احمد پہ شدت کیجئے" پڑھ رہے تھے اور چاروں طرف سے نعروں کی گونج تھی، رونق محفل بھی پر جوش کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

آخر میں حشمتی صاحب کی تقریر اختتام پذیر ہونے کے بعد آپ علیہ الرحمہ کی جب باری آئی تو حشمتی صاحب کی تقریر کا حوالہ دیکر پورے وہابیت و دیوبندیت کو چیلنج کر دیا اور للکارتے ہوئے فرمایا:"جس کسی کو ان عبارات میں شک شبہ ہو تو طفیل احمد ابھی زندہ ہے اگر کوئی مائی کا لال ہے تو وہ سامنے آئے ان سے میں بحث ومباحثہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں پھر کیا ہوا پورے مجمع میں ایک عجب سا کیفیت طاری ہوگئی اور آپ علیہ الرحمۃ کی اس چیلنج پر داد پر داد لوگ دیتے رہے یقیناً حضرتِ قبلہ ایک مرد مجاہد تھے کہ مناظرے کا چیلنج کوئی آسان کام نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ مناظر اہل سنت کے تربت کو نور سے منور فرمائے۔ (آمین)

تبلیغی دورے

عمومی طور پر شہروں اور گنجان آباد علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے اندر دینی شعور تھوڑا بہت ہوتا ہے، جبکہ شہروں سے دور رہنے والے لوگ بعض دفعہ دینی تعلیمات سے محروم رہ جاتے ہیں،۔۔۔ایسے عالم میں لوگ گمراہیت کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتے ہیں چنانچہ مناظر اہل سنت نے ایسے علاقوں میں دورے کیے اُن کو داخلہ بیعت فرمایا اور مسلک اعلی حضرت کی شمع اُن کے دلوں میں منتقل کر دیا۔

اس حوالے سے صوبہ بنگال و بہار اور جھاڑکھنڈ، کے اکثر اضلاع جسمیں۔۔(شہر کلکتہ، سلی گڑی، راج محل، مرشد آباد، بیر بھوم، کشن گنج، کلیا چک، مالدہ، کٹیہار، رائے گنج، بنگلہ دیش بوڈر آتے ہیں) اور مختلف علاقوں میں چھوٹے بڑے دیہاتوں میں آپکی تبلیغی دورے ہوئے۔

اخلاق و کردار

مناظر اہلسنت ایک جامع الصفات شخصیت کے حامل تھے، آپ جہاں ایک باصلاحیت مدرس، مفتی، مناظر، مبلغ وخطیب تھے، وہیں آپ اخلاق کے دھنی بھی تھے۔

آپکے خلوص و ایثار حسن سادگی اور اخلاقِ عالیہ کے مخالف وموافق سبھی معترف تھے۔علماء ومشائخ کے ساتھ آپ کا حسن سلوک اسٹیج پر نشست و برخاست جلوت وخلوت میں گفت وشنید کے دوران آپ کے معاملات کو راقم السطور نے بنفس نفیس دیکھا۔

اسی حسن کردار کی وجہ سے آج بھی لوگ آپکو یاد کرتے رہتے ہیں حتی کہ آپکے بعض متعلقین تو آپکی محبت میں باضابطہ روتے ہیں، نیز غیر مسلم بھی آپ کے اخلاق و کردار سے متأثر تھے، گویا آپ اخلاق نبوی ﷺ کے مظہر اتم تھے۔

تصلب فی الدین

یہ وہ عظیم وصف ہے جو مرد مومن کو بہت سے درجات ومناصب جلیلہ سے معراج کمال اللہ ورسول

ﷺ کی محبوبیت تک پہنچا دیتا ہے، چنانچہ مناظر اہلسنت کی زندگی کا جب ہم نے جائزہ لیا تو آپ اس عظیم وصف کے سچے مصداق تھے، اسکی تصدیق یہ ہے کہ آپکے کچھ رشتدار بدمذہب بھی ہے مگر ان رشتوں کے پرواہ کیے بغیر ہر قسم کے تعلقات الغرض ہر وہ کام جس سے بدمذہبوں سے انسیت و وابستگی یا میلان کا اظہار ہو ان سے دوریاں فرماتے اور اسی لئے مناظر اہلسنت اپنے وصیت میں یہ فرماتے تھے کہ میری وصیت میرے مریدوں احباب خاندان کے لئے یہی ہے کہ دیوبندی وہابی صلح کلی جیسے گندے عقائد سے کسی طرح کی رشتہ داری نہ رکھے اور سختی سے مسلک اعلی حضرت پہ قائم رہیں۔

دارالعلوم جہانگیریہ منظر اسلام کا قیام: یہ ادارہ آباد پور تھانہ کے قریب واقع ۲/کیلومیٹر کے فاصلے پر مقام بچپاری میں قائم ہے، ادارے کی زمین کا کچھ حصّے بہار اور کچھ حصہ بنگال میں ہے نیز ادارے کو قائم کرنے کا سبب یہ بنا، کہ آباد پور کے گردونواح، بستیوں میں اسوقت باضابطہ طور پر اہلسنت والجماعت کا کوئی معیاری تعلیمی ادارہ نہ تھا جسکی بنا پر مناظر اہلسنت نے اس ضرورت حال کو محسوس کیں اور آپ کی مسلسل جدوجہد نے ادارہ ھذا (سن ۱۹۸۹ء کو) قیام عمل میں لایا۔

المختصر یہ کہ ادارے کی تعلیمی، تعمیری و ترقی کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی وقف کر دی نیز آپ کی یہ ہمت مردانگی ہی تھی کہ ایک جنگل میں عظیم مدرسے کی بنیاد ڈالی اور آج علاقے میں یہ مدرسہ (دارالعلوم جہانگیریہ منظر اسلام بچپاری) مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

تصنیف وتالیف

مناظر اہلسنت علیہ الرحمۃ کا زیادہ تر وقت تدریس وخطابت، بحث ومناظرہ اور دعوت وتبلیغ میں گزرا، لہذا آپ علیہ الرحمۃ کو تحریر وتصنیف کے لئے بہت کم اوقات میسر آیا اسکے باوجود آپ نے کئی یادگار تصنیفیں بھی چھوڑی لیکن افسوس! کہ کسی نے اسکو سرقہ بازی کر کے اہم درسی کتب کے (شرح ونوٹس) ضائع کر دیا، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

اجازت وخلافت

چونکہ آپ علیہ الرحمۃ کا دینی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی (خواہ درس وتدریس کی خدمات ہو، مساجد ومدارس کا قیام ہو، نیز قریہ قریہ، گاؤں گاؤں جا کر دین وسنیت کی تبلیغ کے حوالے سے ہو اسی طرح فرقہ باطلہ سے مناظرہ ہو وغیرہ) لہذا آپ کو انعام تو ملنا ہی تھا چنانچہ اسی دینی خدمات کے جذبے کو دیکھکر تین بزروگوں نے آپ علیہ الرحمۃ کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

وہ تین عظیم بزرگ یہ ہیں (۱) بقیۃ السلف حجۃ الخلف خلیفہ حُضور مفتی اعظم پیر طریقت حضرت علامہ مفتی عبدالخالق نوری پورنوی (سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف) دامت برکاتہم العالیہ (۲) نبیرہ اعلی حضرت جگر گوشہ ریحان ملت، پیر طریقت تاج السنہ حضرت علامہ الشاہ محمد توصیف رضا خاں قادری بریلوی دامت برکاتہم الاقدس (۳) اور مناظر اعظم ہند فقیہ النفس خلیفہ حُضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی پورنوی دام ظلہ علینا۔

وصال شریف ایک لمحہ فکر

حضرت کو مار دیا گیا، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ آپکے قریبیوں میں سے آپکو شہید کروا دیا گیا جادو ٹونہ (جو غیروں کا طریقہ ہے) کے ذریعے آپکو کافی دن تک علالت میں رکھا اذیتیں دیتے رہے۔

چنانچہ یہ تقویٰ وطہارت کا پیکر، حسنِ اخلاق کا مظہر، عشق ووفا کا چمکتا آئینہ، دین وسنیت کا رہنما ہمیشہ کیلیے ۲۲ ذی الحجہ (ولادتِ حُضور مفتی اعظم ہند) ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۳ ستمبر ۲۰۱۶ء بروز شبِ جمعہ ۳ بج کر ۲۵ منٹ پر بحالت علالت ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے اس دارفانی سے داعی اجل کو لبیک کہہ گیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تعزیتی بیان

یقیناً مناظر اہل سنت کی وفات علاقے اور سنیت کے لئے خسارہ ثابت ہوا چنانچہ مناظر اعظم مفتی مطیع الرحمن رضوی پورنوی دام ظلہ علینا نے آپکے وصال پرملال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا: مجھے انکی رحلت

پر بہت ہی غم وافسوس ہے۔۔میں دعا گو کہ رب قدیر آپکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، مولانا طفیل احمد رضوی علیہ الرحمۃ میرے داہنا باز و تھے، کیونکہ فقیر ہند و بیرون ملک دورے میں رہتا، تو میں بے فکر رہتا، اب تو میں اکیلا ہوگیا ہوں، مجھے بہت فکر لاحق ہو رہی ہے۔

نیز استاذ گرامی حضرت علامہ امام اختر نوری قدس سرہ (آپ مناظر اہلسنت کے رفقاء درس میں ایک مخلص دوست تھے) آپنے فرمایا: مولانا طفیل جماعت اہلسنت کے ذمدار عالم تھے، نہایت ہی وسیع علم کے مالک تھے، ان کی وفات پر مجھے بے حد غم وافسوس ہے، یہ جملہ کہنے کے بعد آپ بہ چشم نم ہوگیے۔

اور صوفی باصفا استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام یسین نوری دامت برکاتہم نے فرمایا: دل افسردہ ہے مولانا طفیل احمد اخلاق کے پیکر تھے، مولانا کو میں نے یہاں (الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملکپور دلکولہ میں) مدرس رکھا تھا، لیکن طبیعت علیل ہونے کی وجہ سے یہاں سے چلے گئے اسکے بعد حضرت نے دوران گفتگو فرمایا: اس علاقے میں مفتی طفیل جیسا عالم نہیں رہا۔

اسی طرح حضرت علامہ مفتی فضل الرحمن مصباحی جھارکھنڈی تعزیتی بیان میں فرمایا: ہمارے حضرتؒ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی سنت کو ادا کیے، یعنی حضرت کو شہید کر دیا گیا (چونکہ آپ مناظر اہلسنت کے ہمراہ بیشتر تبلیغی اسفار کیے تو اس اعتبار سے آپکو حضرت کے احوال زیادہ معلومات ہے) اور فرمایا: مجھے حد درجہ افسوس ہے، کہ یہاں کے لوگوں نے اتنے قیمتی جوہر کو ضائع کر دیا۔

نوٹ: قارئین با تمکین ! ایک چیز ذہن نشین کر لیں کہ راقم نے مذکورہ بالا تمہید میں یہ بات لکھی ہے کہ آپکی تعزیت کسی نے نہ لکھی جس سے یہ امر واضح ہے کہ وہاں لکھنے کی قید ہے لہٰذا کوئی یہ نہ سمجھیں کہ جملے میں تضاد ہے۔

جنازہ و آخری آرام گاہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپکو ہمہ گیر مقبولیت وشہرت عطا فرمائی چنانچہ آپ کا جنازہ شاہد ہے کہ لاکھوں کی

تعداد میں لوگوں نے شرکت کی آپکے مرشد اجازت و استاذ شیخ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالخالق نوری پورنوی اطال اللہ عمرہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف) نے یہ جملے فرمائے: جنازے میں اتنے کثیر تعداد میں لوگوں کا جمع ہونا اس بات کی بین ثبوت ہے کہ وہ بڑے نیک مقبول تھے اور یہ سب اُن نیک اعمال کی برکتیں ہیں۔

نیز آپکی نمازِ جنازہ (مناظر اعظم حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی پورنوی دام ظلہ علینا) نے پڑھائی اور مدرسہ دارالعلوم جہانگیریہ منظر اسلام بچباری شریف (چانچل مالدہ بنگال) کے احاطے میں آپ ابدی آرام فرما ہیں۔

آسماں انکی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ حضرتِ مناظر اہل سنت (مفتی طفیل احمد رضوی نوری قدس سرہ) کی درجات کو بلند فرمائے اور اُن کے فیوض و برکات سے ہمیں مالا مال فرمائے، بالخصوص اُن کی دینی خدمات کو ہمارے لیے مشعل راہ بنائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی و اعلیحضرت مشن، آباد پور تھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔یوپی شائع کردہ:۲۱/ جولائی/ ۲۰۲۲)

تاج الفقہاء مختصر تعارف وتذکرہ:

اہلسنت والجماعت کے مایہ ناز،نادرونایاب،عظیم مبلغ وداعی،محقق،مفکر،متکلم ومناظر،فقہی سیمینار کے رونق،فقہ وافتاء کے ماہر،علم وتقویٰ کے بے تاج بادشاہ،نامور شخصیت،مصلح اور شیخ طریقت،بیک وقت مدرس مصنف ومقرر،استاذی الکریم حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر حسین قادری علیمی دامت ظلہ العالی والنورانی کی ذات گرامی جونہایت امتیازی،منفرد المثال اور لائق تحسین ہیں۔

تاریخِ ولادت:

سن یکم مارچ ۱۹۷۲ءکوشمالی ہند اتر پردیش (ضلع سنت کبیر نگر جوخلیل آباد کے نام سے بھی جانا جاتا ہے) کے محلہ بدھیانی میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

خاندان:

حضرت قبلہ کی پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جونہایت سنجیدہ،شریف الطبع،علماء ومشائخ کی تعظیم وتوقیر کرنے والے بالخصوص سادات کرام کی خدمت گزاراور اُن سے بےلوث محبت رکھنے والےاوراسی کا ثمرہ ہے کہ مفتی صاحب جیسی شخصیت اُس خاندان میں جنم لیا آپ کے والد ماجد محترم محمد ادریس مرحوم اورآپ کے برادر اکبر جناب محمد فاروق مرحوم پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے۔

تحصیل علم:

حضرت مفتی صاحب کی تعلیم کا آغاز اپنے محلہ (بدھیانی) میں قائم ادارہ (مدرسہ مصباح العلوم) سے ہوئی اُس کے بعد مدرسہ ستاریہ معین الاسلام لوہرسن بازار (ضلع سدھارتھ نگر) میں حضرت مولانا عبدالخالق صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے زیر عاطفت رہ کراعدادیہ اوراولی کی بعض کتابیں پڑھیں۔

نیز حضرت والانے کچھ دن مدرسہ حق الاسلام لال گنج ضلع بستی میں بھی گزارااسی طرح ۱۴۰۴ھ مطابق

۱۹۸۳ء میں (مایہ ناز درسگاہ) الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی میں داخلہ لیا اور مسلسل چھ برس تک اساتذہ کرام کے علمی فیضان سے دامن مراد کو پر کیا۔

تکمیل تعلیم:

اور اس کے بعد دارالعلوم علیمیہ جمد اا شاہی (ضلع بستی یو پی) درجہ فضیلت، میں داخلہ لیا اور ۲۴ شوال المکرم ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۹۰ء بروز اتوار ادارہ کا جلسہ دستار بندی منعقد ہوا جس میں ختم بخاری شریف کی رسم مبارک ادا کرنے کی غرض سے اشرف العلماء سید حامد اشرف کچھوچھوی اور شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہما الرحمۃ رونق افروز ہوئے بے شمار علما ومشائخ کی موجودگی میں حضرت قبلہ کو جبہ و دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

میدان تدریس وبطور مدرس:

تدریس میں حضرت کو بڑا ہی ملکہ حاصل ہے۔۔آپکی تدریس کا اسلوب اور طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے طلبہ سے عبارت پڑھواتے ہیں بعدہ جس سبق کو پڑھنا ہے اُسے دلنشین مثالوں کے ذریعے سمجھاتے ہیں، پھر کتاب کی عبارت پڑھ کر اسکی تفہیم کراتے ہیں۔۔اور اس طریقے سے طلباء کرام اسباق کو بڑے آسانی سے سمجھ جاتے ہیں ایک اچھے اور ماہر مدرس کی یہی علامت وشناخت ہوتی ہے بلا شبہ آپ کو ملک التفہیمات کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

بحمدہ تعالیٰ راقم کو فقہ واصول کے معتبر ومستند کتاب" نورالانوار، ہدایہ آخرین" وغیرہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا نیز تفسیر بیضاوی بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔(الحمدللہ) اللہ کا فضل واحسان ہے کہ اس عظیم شخصیت کی بارگاہ میں مجھ ناچیز کو زانوے ادب تہہ کرنے کا موقع ملا۔

فقہی سیمناروں میں روح رواں:

امت مسلمہ کے سامنے نت نئے مسائل آتے رہتے ہیں ان مسائل کا شرعی حل نکالنے کے لئے ارباب

علم وحکمت اور اصحاب فقہ وفتاوی سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور قوم کے بیچ رہنمائی کے لئے پوری جدو جہد کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء سے لیکر تا حال حضرت قبلہ (تاج الفقہاء) اہل حکمت کی اسی اہم مجلسوں میں صرف بحیثیت سامع و ناظر نہیں بلکہ بحیثیت باحث ومناظر شریک ہوتے ہیں۔

اور حضرت کی فقہی مسائل پر بالغ نظری کا جلوہ بریلی شریف (قائم کردہ فقہی سیمینار) میں دیکھی جا سکتی ہے بلکہ اب تو شرعی کونسل آف ال انڈیا بریلی شریف کی جانب سے منعقد ہونے والے سیمناروں میں اکابرین کی نگاہ کرم سے روح رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خطیب ہوتو ایسے:

آپ جہاں تشریف لے جاتے ہیں مذہب حق اہلسنت و جماعت (مسلک اعلیحضرت) کی بے باک ترجمانی فرماتے ہیں۔آپ کی تقریر قرآن وحدیث اور اسلاف کرام کی تعلیمات سے مکمل مزین اور بہت سنجیدہ اور باوزن ہوتا ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا آپ چلتا پھرتا لائبریری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عوام وخواص،علما اور دنیاوی تعلیم یافتہ بھی آپ کے معترف نظر آتے ہیں۔

تصنیف وتالیف:

عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ کسی کے پاس زبان ہے تو قلم نہیں کسی کے پاس قلم ہے تو زبان نہیں مگر حضرتِ قبلہ کی شخصیت اس (عمومی) قاعدے سے بالکل مستثنیٰ ہیں یعنی آپ ایک زبردست مصنف اور بہت سارے علمی اوصاف وکمالات کے مالک ہیں۔

اس حوالے سے حضرت مفتی صاحب نے اصلاح عقائد واعمال سے متعلق کئی اہم تصانیف امت کو عطا فرمائی ہیں اُن میں سے (۱) عرس کی شرعی حیثیت (۲) جدید مسائل زکاۃ (۳) راہ عمل (۴) طاہر القادری عقائد ونظریات (۵) پانی اور تحقیقات رضویہ (۶) حاشیہ تفسیر نعیمی اول (۷) فکر امروز (۸) برطانیہ میں نماز وروزہ کے مسائل کا حل (۹) آداب امامت (۱۰) تین طلاق قرآن حدیث کی روشنی میں، (۱۱) اور فتاویٰ علیمیہ تین

جلدیں (جو جامعیت قابل تحسین کہ علم وحکمت اور تحقیق وتدقیق کی دنیا میں ایک شاندار اضافہ اور دینی رہنمائی کے لحاظ سے عوام وخواص کے لئے عظیم تحفہ ہے) اسی طرح تقریباً بیسیوں کُتب اور سیکڑوں مقالات قلمبند کئے اور مزید یہ سلسلہ جاری ہے۔

اجازت وخلافت:

حضرت مفتی صاحب کی دینی خدمات اور آپ کی علمی وفکری بصیرت ولیاقت دیکھ کر اہم شخصیات نے خلعت خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ اُن میں سے (۱) فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ القوی (جو مفتی صاحب کے سسر بھی ہیں) نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت عطا فرمائی (۲) نیز وارثِ علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم حضورِ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری رحمۃ اللہ الباری نے بھی خلافت سے نوازا (۳) اسی طرح وارث علوم صدر الشریعہ ممتاز الفقہاء سلطان الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دامت برکاتہم العالیہ نے عرس صدر الشریعہ کے موقع پر (مفتی صاحب قبلہ کو) خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

شرفِ بیعت: اور ۲۵ صفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء بروز منگل وارث علوم رضا جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری رضی المولیٰ تعالی عنہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہوئے۔ (تفصیل کے لیے فتاویٰ علیمیہ جلد اوّل وتجلیاتِ تاج الفقہاء مطالعہ فرمائیں)

اللہ جل وعلا کی بارگاہ میں فقیر دعاءگو ہے کہ حضرت کو حاسدین کے شر سے محفوظ رکھے اور آپکی عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے نیز ہمیں اپنے اساتذہ کرام کی پاکیزہ سیرت کردار وحیات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی توفیق بخشے (آمین) بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ازقلم: محمد توصیف رضا قادری علیمی

(بانی الغزالی اکیڈمی واعلیحضرت مشن، آباد پورتھانہ (پرمانک ٹولہ) ضلع کٹیہار بہار، الھند)

(متعلم دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی یوپی شائع کردہ: ۱۳/ جولائی/ ۲۰۲۲)

الغزالی اکیڈمی: مختصر تعارف

الغزالی اکیڈمی ایک آن لائن لائبریری ہے اس میں درسی کتب، درسی نصاب، شرح و لغات، مضامین، مقالات، تاریخ، سوانح، فضائل و مناقب، خطبات، تقاریر، نعت ومنقبت، ماہنامہ، کیلنڈر، اوراد و وظائف، تعویذات، عملیات، نیز رد دیوبندیت وہابیت کتب اسی طرح ہندی، انگلش، بنگلہ و گجراتی کتابیں بہ آسانی کلک سسٹم کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں اور یہ ٹیلیگرام دنیامیں ایک منفرد گروپ ہے۔

بحمدہ تعالیٰ فقیر نے اس گروپ کو ڈیڑھ سال قبل تشکیل دیا، اس وقت گروپ میں 1500 سوں سے زائد ممبران ہیں اور اللہ کا فضل ہے کہ ممبران کی تعداد بڑھتا ہی جارہا ہے۔

پس منظر:

فقیر نے جب تحریری دنیا میں قدم رکھا تو کئی سارے کُتب و رسائل کی ضرورت محسوس ہوئی، ۔۔والد گرامی مناظر اہل سنت فقیہ عصر علامہ مفتی طفیل احمد رضوی نوری قدس سرہ کے لائبریری سے استفادہ کرنے کے بعد کئی اہم کتب کی اشد ضرورت تھی، جو اُس وقت لائبریری میں موجود نہیں تھی اور پیسے نہ ہونے کی بنا پر (اُن کُتب کو) خرید نہ سکا جس سے چہرے پر مایوسی اور دل میں صدمہ پہنچا کہ کاش میرے پاس بھی کوئی بڑا سا لائبریری ہوتا۔ چنانچہ میرے ایک ساتھی کے مشورے کے بعد میں نے ایک ٹیلیگرام گروپ جوائن کرلیا اور میری پریشانیوں کا حل کچھ حد تک کم ہونے لگا۔

نیز میرے برادر کبیر غلام جیلانی رضوی کے ایما پر 12 / جنوری/ 2021 کو ایک چھوٹا سا ٹیلیگرام گروپ بنایا (جس کا نام تحقیقی مقالات رکھا) اور اُس میں کتابیں شیئر کرنا شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے الغزالی اکیڈمی کا شکل لے لیا۔

الحمدللہ اس گروپ میں اس وقت 20 ہزار سے زائد مختلف عنوانات پر کتابیں موجود ہیں ۔۔اور وقتاً فوقتاً

سینکڑوں مفید کتابیں شیئر کی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں کتابوں سے محبت اور اس کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

طالبِ دعاء: محمد توصیف رضا قادری علیمی غفرلہ القوی

بتاریخ 01/ستمبر/2022

اعلیٰحضرت مشن: مختصر تعارف و اہداف

اعلیٰحضرت مشن ایک آن لائن پلیٹ فارم ہے اس میں مضامین فکری اصلاحی، سیاسی وسماجی، رد باطلہ نیز شرعی مسائل، تازہ ترین خبریں اسی طرح کتب و رسائل وغیرہ شایع کیا جاتا ہے، اس کے لیے گوگل پر اعلیٰحضرت مشن ڈاٹ کام کا تشکیل دیا گیا ہے۔

الحمدللہ اس ویبسائٹ کے تحت کئی سارے گرپس اور چینلز چلائے جاتے ہیں بالخصوص ٹیلیگرام میں رضوی دارالقلم، رضوی نوری دارالافتاء، رد دیوبندیت مضامین، رد دیوبندیت لائبریری، رد وہابیت ہندی نیز الغزالی اکیڈمی وغیرہ شامل ہے۔

پس منظر:

دشمنان اسلام نے مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو تبدیل کرنے کا سب سے آسان اور مؤثر ذریعہ انٹرنیٹ ہی کو بھرپور استعمال کیا ہے کیوں کہ انٹرنیٹ کے صارف کے سامنے ایک پوری دنیا کھلی ہے، وہ جو چاہے دیکھ سکتا ہے سن سکتا ہے پڑھ سکتا ہے، ہزاروں لاکھوں ویب سائٹس تک اس کی رسائی ہے۔

نیز یہودی دعوتی ویب سائٹس کی بھی مختلف زبانوں جیسے انگلش، عربی، جرمن وغیرہ میں بھرمار ہے، ایک اندازہ کے مطابق صرف ایک مہینہ میں ان یہودی اور اسرائیلی ویب سائٹس کے زائرین کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔

اسی طرح مذاہب باطلہ کی بات کی جائے تو ان کی بھی بے شمار دعوتی ویب سائٹس موجود ہیں، جن میں قادیانی، منکرین حدیث، دیوبندی ومودودی، رافضی تفضیلی وغیرہم کی ویب سائٹس بھی انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

لہذا اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے اعلیحضرت مشن ویبسائٹ کا قیام عمل آیا کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ جب ہم کوئی دینی مسئلہ یا کوئی مذہبی مضمون گوگل سرچ انجن پر تلاش کرتے ہیں تو مذکورہ بالا ویبسائٹ کے مسائل ومضامین اسکرین پر نمودار ہوتے ہیں، جس سے مسلم نوجوان (جو عموما بدقسمتی سے اسلامی عقائد سے مکمل آگاہ نہیں اور دین

سے بیزار ہے) جب وہ ان ویب سائٹس پروزٹ کرتے اوران کالٹریچر پڑھتے ہیں تو گمراہ ہو جاتے ہیں۔

اس لیے دانش مندی یہی ہے کہ انٹرنیٹ کا جائز استعمال کرتے ہوئے ہم نے اس ویبسائٹ کومحرم الحرام کے موقعہ پر 04 / اگست/ 2022 عیسوی میں لانچ کیا۔۔ربّ قدیر سے دُعا ہے کہ اس کے ذریعے ہمیں اسلام وسنیت کے عقائد ونظریات اور صحیح پیغام کو عالمی سطح پر پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مستقبل کے اہداف:

(1)علمائے کرام کی کفالت وانتظام:

علمائے کرام مساجد اور مدارس کے روح ہیں، اگر یہ کمزور پڑیں گے تو دینی خدمات کا انجام کون دیگا؟ یہی وجہ ہے کہ اعلی حضرت قدس سرہ نے اپنی دس نکاتی پروگرام میں ارشاد فرمایا کہ مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں، جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔اعلحضرت مشن کا پہلا ہدف یہی رہے گا۔

(2)مساجد ومدارس کی تحفظ وبقا:

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اگر مساجد ومدارس نہ ہوں تو دینی تعلیم کا سلسلہ موقوف ہوجائے اور چند سالوں بعد تلاش بسیار کے بعد بھی کوئی عالم وفاضل، حافظ وقاری، مفتی ومناظر، محقق ومقرر اور امام ومدرس نہ مل سکے اور دینی خدمات کا نظام درہم برہم ہوجائے۔اعلحضرت مشن کا دوسرا اہم ہدف مساجد ومدارس کی تحفظ وبقا کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے گا۔

(3)ایوارڈ پروگرام:

موجودہ دور میں اکثر لوگ شخصیتی بحران کے شکار ہیں جس کی وجہ سے وہ محفلوں میں بھی تنہائی محسوس کرتے ہیں اور اپنے اندر خود اعتمادی کی کمی پاتے ہیں، اس کی وجہ صاف ہے کہ حوصلہ افزائی کی کمی ہے، اعلی حضرت قدس سرہ اپنے خلفا وشاگردوں کے لئے منقبتیں لکھیں اور یہ بطور ایوارڈ تھا کہ اُن کی حوصلہ افزائی ہو نیز

سنت نبوی ﷺ سے یہی ثابت ہے اسی کو مدِنظر رکھتے ہوئے اعلحضرت مشن کا تیسراا ہم ہدف ایوارڈ پروگرام ہوگا جس میں مختلف ایوارڈ اور ساتھ ہی کچھ رقم تقسیم کئے جائیں گے۔

(4) جماعت رضائے مصطفی کی برانچ:

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کا قائم کردہ تحریک قرآن وسنت کی دعوت وتبلیغ اور اسلام کی صحیح ترجمانی بالخصوص دہشت گردی کے الزام سے پاک جماعت رضائے مصطفی سے نوجوانان کو اعلحضرت مشن زیادہ سے زیادہ جوڑے گا اور جگہ جگہ اس کی برانچ قائم کرے گا۔

(5) امام غزالی یونیورسٹی:

امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ اپنی دس نکاتی پروگرام میں ارشاد فرمایا کہ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمیں ہوں، طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں، اعلحضرت مشن کا پانچواں اور آخری ہدف یہی ہے کہ عظیم الشان مدرسہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ الباری کے نام سے کھولا جائے گا جس میں طلبہ کرام کو وظائف اور جدید فیسلٹیز (سہولیات) ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری مقاصد کو پائے تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

نوٹ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کھولنے کی وجہ ہم چونکہ سمنا نچل سے تعلق رکھتے ہیں علم وادب اور بالخصوص دینی تعلیم کے لحاظ سے یہ علاقہ بہت حد تک پسماندہ ہے اور اسی کا فائدہ وہابی دیوبندی اہل حدیث باطل فرقوں نے اٹھا رکھا ہے مثلاً اُنہوں نے کشنگنج میں امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم کیا ہے جو حال ہی میں بہار سرکار نے منظور کرلیا ہے اور سرکاری سطح پر مدد بھی ملنا شروع ہو گئے ہیں۔

ہم اہل سنت کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اب تک ہماری اس علاقے میں کوئی بڑا سا ادارہ قائم کیوں نہیں ہوا؟ حالانکہ بڑے بڑے علماء کرام، محدث، مفکر، فقیہ اب بھی موجود ہیں، اس پر توجہ کیوں نہیں دیا جا رہا ہے، کب تک یوپی و دیگر صوبہ میں دینی خدمات انجام دیں گے؟ اس علاقے کے مسلمانوں کو لاوارث کیوں

چھوڑ رکھا ہے؟

بہر کیف! ان تمام صورت حال کو دیکھ کر اعلحضرت مشن نے یہ عزم کرلیا ہے کہ امام غزالی یونیورسٹی (اُن باطل فرقوں کے مقابل میں) قائم کر کے ہی رہے گا جو مسلمانان اہل سنت کے لئے کافی معاون و مفید ثابت ہوگی۔ خدائے قدیر ہمارے ان جملہ مقاصد کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نتیجہ فکر: محمد توصیف رضا قادری علیمی عفی عنہ

بتاریخ 02/ستمبر/2022

تعارف مؤلف
(بقلم خود)

نام: محمد توصیف رضا

ولدیت: مناظر اہلسنت علامہ مفتی طفیل احمد رضوی نوری قدس سرہ

جدامجد: قاضی عین الدین مرحوم

تاریخ پیدائش: یکم اپریل/ ۱۹۹۸ بروز بدھ

مولدو مسکن: پرمانک ٹولہ آباد پور بارسوئی کٹیہار، بہار

مادران علم وہنر: مدرسہ دارالعلوم جہانگیریہ منظر اسلام بچباری، الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور دلکولہ، دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ، دارالعلوم غریب نواز غازی پور، الجامعۃ العلیمیہ جمد اشاہی بستی یوپی۔

فراغت عالمیت وقرآت: ۲۵رمارچ/ ۲۰۲۰ بروز بدھ

سلسلۂ قادریہ میں بیعت: تاج الشریعہ فخر ازہر علامہ شاہ اختر رضا خان قادری ازہری لقد رضی المولیٰ تعالی عنہ ۱۱رمئی/ ۲۰۱۷ بروز جمعرات

بیعتِ برکت: مخدوم المشائخ وارث جبہ مولائے کائنات شہنشاہ مسولی، قاضی لکھنؤ گلزار ملت حضرت سید شاہ گلزار اسمعیل واسطی قادری رزاقی دامت برکاتہم القدسیہ ۲۷/ جولائی/ ۲۰۲۲ بروز جمعرات

اجازت اوراد ووظائف: بزبان فیض ترجمان خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند پیر طریقت شیخ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالخالق نوری پورنوي (سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف) اطال اللہ عمرہ

اسناد: مولوی وعالم بہار بورڈ ومولوی یوپی بورڈ، اردو ڈپلومہ، سند عالمیت، سند قرآت۔

اعزاز: مسابقہ قرأت (دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی یوپی) بموقع عرس علیمی سن ۲۰۱۹ میں ایوارڈ

متعلم درجہ فضیلت: دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی یوپی

علمی وقلمی حصولیابیاں:

(۱) مقالات طفیلیہ حصہ اول (مطبوع) (۲) حسام الرضویہ علی فتنہ الدیوبندیہ (غیر مطبوع) (۳) حق بیانی بآیات قرآنی (غیر مطبوع) (۴) کلک رضویت در رد صلح کلیت (غیر مطبوع) (۵) ہم سنی بریلوی ہیں (غیر مطبوع) (۶) المسائل الحنفیۃ من التصانیف الامجدیہ (زیر ترتیب) (۷) اسلام کا فلسفۂ جہاد (غیر مطبوع) (۸) اسلام اور مشورہ (غیر مطبوع) (۹) اسلام اور حقوق العباد (غیر مطبوع) (۱۰) اسلام اور حیاء (زیر ترتیب) (۱۱) منافق اور اہل ایمان (غیر مطبوع) (۱۲) اسلامی تجارت ومعیشت (غیر مطبوع) (۱۳) سیاست وریاست (غیر مطبوع) (۱۴) نظام جہیز اور مسلم قوم (غیر مطبوع) (۱۵) تجلیات مناظر اہلسنت (غیر مطبوع) (۱۶) المواہب النوریہ فی الفتاویٰ الطفیلیہ (زیر ترتیب) (۱۷) نور الاحادیث (زیر ترتیب) (۱۸) کنز المیراث (زیر ترتیب) (۱۹) سنی سنی اتحاد زندہ باد (غیر مطبوع) (۱۹) آخر مشرک کون؟ (غیر مطبوع) (۲۰) عظمت زلف معطر (زیر ترتیب) (۲۱) بوستان اجمیر (زیر ترتیب) (۲۲) برکات الباری لشرح صحیح البخاری (زیر ترتیب) (۲۳) فیوضات رضویہ لحل مناظرہ رشیدیہ (زیر ترتیب) (۲۴) مکاشف التنزیل لحل مدارک التنزیل (زیر ترتیب) (۲۵) المفہومۃ النوریہ لشرح المنظومۃ البیقونیۃ (زیر ترتیب) (۲۶) خطبات طفیلیہ (زیر ترتیب)۔

علاوہ ازیں بیس سے زائد ادبی سوانحی دعوتی اصلاحی اور تحقیقی مسائل، مضامین ومقالات مختلف ویب سائٹ، مجلات ورسائل (ماہنامہ سنی دعوتِ اسلامی، ماہنامہ عرفان رضا مراد آباد، پیام بصیرت وغیرہ) میں شائع ہو چکے ہیں۔ فالحمدللہ علی ذالک

اساتذہ:

(۱) خلیفہ مفتی اعظم ہند شیخ العلماء حضرت علامہ مفتی عبد الخالق نوری زید شرفہ

(۲) حضور مناظر اہلسنت علامہ مفتی طفیل احمد رضوی نوری قدس سرہ

(۳) استاذ العلماء علامہ امام اختر نوری کٹیہاری قدس سرہ

(۴) تلمیذ مفتی اعظم ہند صوفی باصفا علامہ مفتی غلام یسین نوری کٹیہاری دامت فیوضہم

(۵) قمر العلماء حضرت علامہ قمر عالم اشرفی مصباحی دامت فیوضہم (سابق شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی)

(۶) ماہر درسیات حضرت علامہ احمد رضا نورانی بغدادی دام ظلہ

(۷) خلیفہ تاج الشریعہ حضور تاج الفقہاء علامہ مفتی اختر حسین قادری علیمی دامت برکاتہم العالیہ

(۸) خلیفہ تاج الشریعہ مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی زید مجدہ

(۹) فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی نظام الدین قادری مصباحی دامت برکاتہم الاقدس

(۱۰) ماہر لسان وقلم حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی دام ظلہ

(۱۱) مفسر قرآن وخطیب شیریں بیان حضرت علامہ فاروق علیمی نظامی دام ظلہ

(۱۲) ادیب لبیب حضرت علامہ محب احمد علیمی دام ظلہ

(۱۳) استاذ القراء حضرت علامہ قاری ہاشم علیمی دام ظلہ

(۱۴) حضرت علامہ مفتی طیب علیمی نظامی دام ظلہ

(۱۵) مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی صدام حسین قادری امجدی دام ظلہ